RNI No. - MAHURD/2011/49433

اهلُ السُّنَّة
Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

جون ۲۰۲۶ء | June 2026

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

طلاق سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیاسی و تعزیری فیصلہ

نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت (آخری قسط)

ایڈیٹر : ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
ماہنامہ
نائب ایڈیٹر : آفاق احمد سنابلی مدنی

Vol: 15 | Issue : 06 | Urdu-Monthly | Mumbai | June 2026 | Page 52 | Price: 40/-

حمد باری تعالیٰ

انتخاب وترتیب: ابوالبیان رفعت سلفی

کلام: سالک بستوی رحمہ اللہ

سلسلۂ کلام: شعراء اہل حدیث ہند (۱۱)

شاعر کا مختصر تعارف:

نام ونسب: ممتاز احمد بن محمد علی رحمہ اللہ

قلمی نام: سالک بستوی عالیاوی (ایم اے اردو)

تاریخ پیدائش: ۲/اپریل ۱۹۶۰ء غوری سدھارتھ نگر یوپی

چند مشہور اساتذہ: حیرت بستوی، فضا ابن فیضی، مجاز اعظمی وغیرہم

چند مشہور شعری مجموعے: نکہتِ اسلام، ارمغان اسلام، صہبائے اسلام، تنویر حرم، لالہ صحرا، ارمغان حمد، نغمۂ دلنواز وغیرہ

مؤسس: جامعۃ الاصلاح، غوری (بجہا، ضلع سدھارتھ نگر) یوپی۔

تاریخ وفات: ۳/فروری ۲۰۲۴ء

اِدراک سے پَرے ہے یارب مقام تیرا
ہر سمت ضَوفِشاں ہے روشن نظام تیرا

چڑیاں چہک چہک کر گاتی ہیں حمد تیری
چشمے سنا رہے ہیں دلکش پیام تیرا

ہر پھول کی مہک میں تیرے کرم کی خوشبو
بادِ صَبا کے لب پر پیارا ہے نام تیرا

خورشید و ماہ و انجم جلوہ نُما ہیں تیرے
راحت فِزا ہے کتنا انعام عام تیرا

یارب بنیں نہ کیوں ہم توحید کے فدائی
نظمِ جہاں میں یکساں ہے انتظام تیرا

ہو شام لعل افشاں یا صبح طرب افزا
ہر رنگ میں عیاں ہے دلکش نظام تیرا

اپنی رضا سے یارب تو فیضیاب کردے
سالک ہے یا الٰہی ادنیٰ غلام تیرا

Ahlus Sunnah

Volume No.15, Issue No.06, June,2026

ماہنامہ

جون سنہ ۲۰۲۶ء

جلد: ۱۵	فی شمارہ Rs. 40/-
شمارہ: ٦	سالانہ Rs. 400/-

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی   نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی
رابطہ نمبر: 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی ● حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

فورمیٹنگ: شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر: طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ: اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at : Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400 013.

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهل السنة
Ahl Us Sunnah

جون ۲۰۲۶ء | June 2026

فہرست

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	5
طلاق سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیاسی وتعزیری فیصلہ	کفایت اللہ سنابلی	7
نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت (آخری قسط)	محمد مصطفیٰ کعبی ازہری	15
دعائے شب قدر "اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق (قسط رابع)	کفایت اللہ سنابلی	21
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط:۲۱)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	24
علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۵) (قسط:۳)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	27
اسلام اور طلاق کی انسدادی تدابیر	ابو عفیفہ فرقان جمیل رحمانی	35
عالمیت یا محض مبادیات؟ (قسط اول)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	41
عبادت میں سستی: اسباب اور شرعی علاج قسط: (آخری قسط)	حافظہ صبرینہ بنت عبد المجید	45
عصرِ حاضر میں مسلمان خاتون کی ڈیجیٹل پرائیویسی کا تحفظ	سحر اسعد، بنارس	49

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

درس حدیث

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا، أَوِ امْرَأَةً، كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ، وَلَمْ يَعْلَمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ , فَقَالَ: مَا فَعَلَ ذَلِكَ الْإِنْسَانُ؟، قَالُوا: مَاتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: أَفَلَا آذَنْتُمُونِي، فَقَالُوا: إِنَّهُ كَانَ كَذَا، وَكَذَا قِصَّتُهُ، قَالَ: فَحَقَرُوا شَأْنَهُ، قَالَ فَدُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھی، ان کی وفات ہوگئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر کسی نے نہیں دی۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یاد فرمایا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کا تو انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ وجوہ تھیں اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دی گئی گویا لوگوں نے ان کو حقیر جان کر قابل توجہ نہیں سمجھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چلو مجھے ان کی قبر بتا دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ [صحيح البخاری:1337]

فوائد حدیث:

(1) امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ اگر کسی مسلمان مرد یا عورت کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو قبر میں دفن کرنے کے بعد بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

بعض نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص بتلایا ہے مگر یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

اور بھی روایات کو سامنے رکھنے کے بعد یہی بات کہی جائے گی جو بات امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ امام ابن حبان نے اس کا جواب دیا ہے:

قال بن حِبَّانَ فِي تَرْكِ إِنْكَارِهِ ﷺ عَلَى مَنْ صَلَّى مَعَهُ عَلَى الْقَبْرِ بَيَانُ جَوَازِ ذَلِكَ لِغَيْرِهِ وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ خَصَائِصِهِ".

کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں پر کوئی انکار نہیں کیا۔

اس کا صاف مطلب ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ امت کے لیے بھی جائز ہے۔[صحيح ابن حبان: 6/36، "عون المعبود وحاشية ابن القيم":9/ 4]

(۱) غریبوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی محبت کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ آپ کو اپنے کارکن مرد و عورت دونوں سے کس قدر تعلق اور لگاؤ تھا۔

(۲) مسجد کی صفائی ستھرائی بہت ہی بڑے اجر کا کام ہے اور یہ اسی عمل کی برکت تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔

(۳) خدام کی خبر گیری اور ان کے حالات معلوم کرنا اخلاقی فرض ہے۔

(۴) جو شخص کسی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا ہو وہ قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کرسکتا ہے۔ اس کی کیفیت وہی ہوگی جیسے میت چارپائی پر سامنے رکھ کر جنازہ پڑھا جاتا ہے۔

(۵) امام بخاری رحمہ اللہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسجد کی دیکھ بھال کے لیے خادم رکھنا سنت قدیمہ ہے۔

(٦) انسان کی قدر و منزلت اس کے عظیم اعمال بھی بڑھا دیتے ہیں۔

(۷) ایک عورت بھی مرد کی طرح مسجد کی صاف صفائی کا فریضہ انجام دے سکتی ہے، بشرطیکہ فتنہ سے مامون ہو۔

(۸) (دُلُّوني على قبرها) حدیث کے اس ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو غیب کا ادراک نہیں تھا، اگر غیب کا ادراک ہوتا تو نبی ﷺ یہ نہ کہتے کہ مجھے اس عورت کی قبر کی طرف رہنمائی کرو۔

(۹) اگر کسی کی نماز جنازہ ادا کرلی گئی ہو اور کچھ لوگ ہوں جنہوں نے نماز جنازہ نہیں ادا کی ہے تو وہ لوگ دوبارہ جنازے کی نماز ادا کرسکتے ہیں۔

طلاق سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیاسی وتعزیری فیصلہ

کفایت اللہ سنابلی

جب یہ کہا جاتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعزیر اور سزا کے لیے تین طلاق کو نافذ کیا تھا، تو بعض لوگ یہ جذباتی اعتراض کرتے ہیں کہ جب ایک چیز شرعاً جائز تھی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس جواز کو حرمت میں تبدیل کرنے والے کون ہوتے ہیں، کیا انہیں تحلیلِ حرام کا منصب مل گیا تھا؟

جواباً عرض ہے کہ:

✵ اولاً:

تعزیز اور سزا کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو سزا دیتے ہوئے اسے کچھ جائز چیزوں اور نعمتوں سے محروم کردیا جائے۔

مثلاً ایک شخص کا اپنے گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہنا جائز امر ہے، لیکن وہ کوئی جرم کردے جس کے سبب اسے اس کے گھر اور بال بچوں سے دور کرکے جیل میں بند کردیا جائے، تو اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس کا اپنے گھر اور بال بچوں کے ساتھ رہنا جائز تھا پھر اسے اس پر حرام کیوں کردیا گیا؟

اسی طرح کسی شخص کو بطور سزا جلاوطن کردیا جائے تو اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا اپنے وطن میں رہنا جائز تھا، پھر اسے اس پر حرام کیوں کردیا گیا تھا، کیونکہ سزا کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ کسی کو ایسی چیزوں اور سہولتوں سے محروم کردیا جائے جو اس کے لیے جائز تھیں۔

✵ ثانیاً:

یہ طلاق کا واحد معاملہ نہیں ہے جس میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعزیر وسزا کے لیے جائز چیز پر بھی پابندی لگائی بلکہ اور بھی کئی معاملات میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطور سزا حلال وجائز چیز پر پابندی لگائی مثلاً ایک عورت نے اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرلیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اب تم زندگی میں کسی بھی دوسرے مرد سے شادی نہیں کرسکتی ہو، چنانچہ:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی 211ھ) نے کہا:

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ:

”جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَنَحْنُ بِالْجَابِيَةِ، نَكَحَتْ عَبْدَهَا فَانْتَهَرَهَا، وَهَمَّ أَنْ يَرْجُمَهَا، وَقَالَ: لَا يَحِلُّ لَكِ مُسْلِمٌ بَعْدَهُ“۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم جابیہ کے مقام پر تھے تو ایک عورت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جس نے اپنے غلام کے ساتھ نکاح کر لیا تھا، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا اور اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا، لیکن پھر یہ کہا کہ اس کے بعد کوئی بھی مسلمان تمہارے لیے حلال نہیں، (یعنی اب تم کسی اور سے بھی شادی نہیں کر سکتی)“۔ [مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمي: 7/ 209 رقم 12817 وإسناده صحيح وصححه ابن حزم في المحلي 9/ 72]

غور کریں کہ اس واقعہ کے بعد بھی اس عورت کے لیے جائز تھا کہ وہ کسی بھی دوسرے آزاد مرد سے شادی کرتی، لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطور سزا اس کے لئے کسی بھی مسلم مرد سے شادی کرنے کو حرام کر دیا۔

ظاہر ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسا بطور سزا و تعزیر کیا ہے، اس لیے یہ قطعاً نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے ایک حلال چیز کو حرام کر دیا۔

✵ ثالثاً:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف حرام طلاق دینے پر نہیں بلکہ بغیر طلاق دینے پر بھی میاں بیوی کے درمیان جدائی کرادی ہے۔ دیکھئے: [تفسير الطبري، ت شاكر: 4/ 367، وقال ابن كثير: وهذا إسناد صحيح، انظر: تفسير ابن كثير / دار طيبة 1/ 583، وانظر أيضا: مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمي: 7/ 177]

عبدالرحمان الصابونی لکھتے ہیں:

”وقد فرق عمر بين كل من طلحة وحذيفة وزوجتيهما الكتابيتين وقال: لا أحرمه ولكن أخشي الاعراض عن الزواج بالمسلمات، فزواج المسلم بالكتابية مباح علي ما ذهب إليه جمهور المسلمين ومع هذا فقد رأي عمر أن من المصلحة منع مثل هذه الزيجات بل وفسخها إن حصلت. فإذا كان من يملك حق التفريق دون طلاق بين الزوجين ، ألا يملك التفريق بعد طلاق محرم فيجعله ثلاث ؟“

”عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کو ان کی اہل کتاب بیوی سے الگ کر دیا اور کہا: میں اسے حرام نہیں کہتا لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں لوگ مسلم عورتوں سے شادی کرنے سے اعراض نہ کرنے

لگیں، تو اہل کتاب عورت سے شادی کرنا جائز ہے جیسا کہ جمہور کا موقف ہے، اس کے باوجود بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصلحت اس بات میں دیکھی کہ اس طرح کی شادیوں پر روک لگا دیں، بلکہ اگر کہیں ایسی شادی کر لی گئی ہے تو اسے فسخ کر دیں، تو جس شخصیت کو اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ بغیر طلاق کے میاں بیوی کو الگ کر دے، اسے اس بات کا حق کیوں نہیں ہوسکتا کہ وہ حرام طلاق دینے کے بعد ایسے میاں بیوی کو الگ کر دے"۔[مدى حرية الزوجين في الطلاق:ج1ص253]

رابعاً:

حنفی علماء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعزیر وسزا کے طور پر ہی تین طلاق کو نافذ کر دیا تھا چنانچہ:

شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی الحنفی رحمہ اللہ (962ھ) فرماتے ہیں:

"وَاعْلَمْ أَنَّ فِي صَدْرِ الْأَوَّلِ إِذَا أَرْسَلَ الثَّلَاثَ جُمْلَةً لَمْ يُحْكَمْ إِلَّا بِوُقُوعِ وَاحِدَةٍ إِلَى زَمَنِ عُمَرَ – رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ –، ثُمَّ حَكَمَ بِوُقُوعِ الثَّلَاثِ سِيَاسَةً لِكَثْرَتِهِ بَيْنَ النَّاسِ"۔

"اور جان لیں کہ صدر اول میں جب ایک ہی جملے میں تین طلاق دی جاتی تھی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک ایک ہی شمار کی جاتی تھی، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیاسی فرمان کے تحت تین کے وقوع کا فیصلہ کر دیا کیونکہ لوگ بکثرت ایسا کرنے لگے تھے"۔[جامع الرموز ص 277 مطبوعه كلكته]

عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان الحنفی (المتوفی 1078ھ) نے بھی لکھا ہے:

"واعلم أن في صدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحدة إلى زمن عمر – رضي الله تعالى عنه -، ثم حكم بوقوع الثلاث لكثرته بين الناس تهديدا"۔

"اور جان لیں کہ صدر اول میں جب ایک ہی جملے میں تین طلاق دی جاتی تھی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک ایک ہی شمار کی جاتی تھی، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطور سزا تین کے وقوع کا فیصلہ کر دیا کیونکہ لوگ بکثرت ایسا کرنے لگے تھے"۔ [مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر 1/ 382]

علامہ محمد بن علی المعروف بالعلاء الحصکفی الحنفی (المتوفی 1088ھ) نے بھی یہی بات کہی ہے۔[الدر المنتقى المطبوع مع مجمع الأنهر 1/ 382]

یہی بات احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی 1231) نے بھی لکھی ہے، دیکھئے: [حاشية الطحطاوی علی الدر المختار: ج 2 ص 105 جدید نسخه ج 4ص 363]

حافظ محمد قاسم دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن جب دورِعمر میں طلاقوں کی کثرت ہوئی تو ان کو تین شمار کرنے کی اجازت دے دی گئی، فاروق اعظم نے یہ بات یوں ہی نہیں کہی، بلکہ جب طلاقوں کا رواج کثرت سے ہوگیا تو آپ نے کبار صحابہ سے مشورہ لیا اور شوہروں کے کان گرم کرنے کی مصلحت سے تین طلاق شمار کرنے کی اجازت عام فرمادی"۔ [حضرت ابوهريره رضی الله عنه ص 156 بحواله تحفه احناف :ص223]

سید سلمان ندوی صاحب نے بھی اپنی مختلف ویڈیوز میں یہی بات کہی ہے۔

بریلوی مکتب فکر کے عالم مولانا کرم شاہ ازہری بریلوی صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ لوگ طلاق ثلاث کی حرمت کا جانتے ہوئے اب اس کے عادی ہوتے چلے جارہے ہیں، تو آپ کی سیاستِ حکیمانہ نے ان کو اس امر حرام سے باز رکھنے کے لیے بطور سزا حرمت کا حکم صادر فرمایا، اور خلیفہ وقت کو اجازت ہے کہ جس وقت وہ دیکھے کہ لوگ اللہ کی دی ہوئی سہولتوں اور رخصتوں کی قدر نہیں کررہے اور ان سے استفادہ کرنے سے رک گئے ہیں، اور اپنے لئے عسرت وشدت پیدا کررہے ہیں، تو بطور سزا انہیں ان رخصتوں اور سہولتوں سے محروم کرنے کے بعد وہ اس سے باز آجائیں۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نافذ کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں ارشاد گرامی ہے بلکہ فرمایا: فلو أمضيناه عليهم (کاش ہم اس کو ان پر جاری کردیں)، ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آپ کی رائے تھی اور امت کو اس فعل حرام سے باز رکھنے کے لیے یہ تعزیری قدم اٹھایا گیا تھا"۔ (دعوت فکر ونظر: مطبوع در مجموعہ مقالات ص 241 تا 242)

معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بطور سزا تین طلاق کو نافذ کردینا یہ حلال کو حرام بنانا نہیں ہے کیونکہ سزا کا مطلب ہی یہی ہوتا کہ آدمی کو کچھ جائز چیزوں اور سہولتوں سے محروم کردیا جائے۔

کسی خلیفہ یا حاکم کی جاری کردہ تعزیر وسزا دائمی نہیں ہوتی:

کوئی بھی خلیفہ یا حاکم اپنے زمانے اور اپنے وقت کے لحاظ سے کوئی سزا یا تعزیر جاری کرتا ہے، ایسی سزا و تعزیر قیامت

تک کے لیے نہیں ہوسکتی ہے بلکہ زمانے، حالات اور مصلحت کے بدلنے سے ان سزاؤں میں بھی بدلاؤ لایا جاتا ہے۔

اور حیرت کی بات ہے کہ احناف طلاق کے مسئلہ میں ایک صحابی کی طرف سے جاری کردہ تعزیر کو دائمی ماننے پر مصر ہیں، جبکہ دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے جاری کردہ تعزیر کو ختم کرنے میں ذرا بھی پس وپیش نہیں کرتے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے طے کی گئی سزا دائمی ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی بنیاد پر ہوتی ہے اور اللہ رب العالمین ہر زمانے اور ہر دور کے حالات ومصلحت سے آگاہ ہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر شادہ شدہ زانی کے لیے سو کوڑے کے ساتھ ساتھ ایک سال جلاوطنی کی سزا مقرر کی ہے، لیکن احناف نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جاری کردہ اس سزا کو یہ کہہ کر ساقط کردیا کہ اب اس سزا میں فائدے کے بجائے نقصان ہے۔

اسی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا کرم شاہ ازہری بریلوی صاحب فرماتے ہیں:

”غیر شادی شدہ زانی کی حد کا ذکر تو قرآن حکیم میں موجود ہے کہ اسے سو(100) درے لگائے جائیں، لیکن حدیث میں ہے مائة جلدة وتغريب عام (بخاری رقم 2649) یعنی سو درے لگائیں جائیں اور ایک سال جلاوطن کردیا جائے، جب چند آدمیوں کو جلاوطن کیا گیا تو وہ کفار کی صحبت سے متاثر ہوکر مرتد ہوگئے، اور علمائے احناف نے یہ کہہ کر جلاوطنی کی سزا کو ساقط کردیا کہ یہ تعزیر ہے اور اب اس سے بجائے اصلاح کے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہے، اس لیے اب یہ تعزیر ساقط کرنی ضروی ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس (طلاق ثلاث والی) تعزیر کو آج باقی رکھنے سے جو مفاسد اسلامی معاشرے میں رونما ہورہے ہیں، کون سی آنکھ ہے جو اشکبار نہیں اور کون سا دل ہے جو درد مند نہیں“۔ (دعوت فکر ونظر: مطبوع در مجموعہ مقالات ص 242)

قارئین ملاحظہ فرمائیں یہ ایک حنفی بریلوی عالم ہی کی بات ہے کہ اگر احناف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعزیر کو ساقط کرسکتے ہیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعزیر کو ساقط کیوں نہیں کرسکتے؟

تین طلاق دینے پر کوڑوں کی سزا

یہ بھی واضح رہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسی طلاق دینے والوں کو کوڑے بھی مارتے تھے۔ چنانچہ:

✵ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی 211) نے کہا:

”عن إسماعيل بن عبد الله، قال: أخبرني عبيد الله بن العيزار، أنه سمع أنس بن مالك

يقول: كان عمر بن الخطاب إذا ظفر برجل طلق امرأته ثلاثا أوجع رأسه بالدرة“۔

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب کسی ایسے شخص کو پاجاتے جو اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تو اس کے سر پر کوڑے برساتے“۔[المصنف لعبد الرزاق الصنعاني، دار التأصيل: 5/ 406 واسناده صحيح ، إسماعيل بن عبد الله هو إسماعيل بن عبد الله بن الحارث البصري]

✵ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (المتوفی 235ھ) نے کہا:

”حدثنا وكيع، عن سفيان، عن سلمة بن كهيل، عن زيد بن وهب، أن رجلا بطالا كان بالمدينة طلق امرأته ألفا، فرفع إلى عمر فقال: إنما كنت ألعب، فعلا عمر راسه بالدرة، وفرق بينهما“۔

”زید بن وھب کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک ہنسی مزاح کرنے والا شخص تھا، اس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے دی، اس کا معاملہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک لایا گیا تو اس نے کہا: میں تو صرف مزاح اور تفریح کر رہا تھا، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر کوڑے مارے اور میاں بیوی دونوں کو الگ کر دیا“۔[مصنف ابن أبي شيبة، ت الشثري: 10/ 105 وإسناده صحيح وصححه المحقق]

✵ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (المتوفی 235ھ) نے کہا:

”حدثنا علي بن مسهر، عن شقيق بن أبي عبد الله، عن أنس قال: كان عمر إذا أتي برجل قد طلق امرأته ثلاثا في مجلس أوجعه ضربا، وفرق بينهما“۔

”انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جو اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی پٹائی کرتے اور میاں بیوی کو الگ کر دیتے“۔[مصنف ابن أبي شيبة، ت الشثري: 10/ 102وإسناده صحيح]

ان سارے آثار کے بارے میں ہمارا یہی کہنا ہے کہ یہ ایک تعزیری فرمان تھا اور اس طرح کا فرمان قیامت تک کے لیے نہیں ہوتا لہٰذا اسے شرعی فتویٰ کہہ کر ہر زمانہ میں اس سے استدلال کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

غیر مدخولہ بیوی کو دی گئی تین طلاق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ

بلکہ خود فریق مخالف بھی اس فرمان فاروقی کی ساری باتوں پر عمل نہیں کرتے نہ ان کو حجت سمجھتے ہیں، چنانچہ عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہرطرح کی طلاق بدعت اور ہرطرح کی تین طلاق کے لیے تھا جس میں مدخولہ بھی اور غیر مدخولہ سب شامل ہیں۔

لیکن فریق مخالف غیر مدخولہ بیوی کو دی گئی تین طلاق کے بارے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے اختلاف کرتے ہیں اور اسے تین نہیں مانتے ، جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدخولہ کے ساتھ ساتھ غیر مدخولہ کو بھی دی گئی ہر طرح کی تین طلاق کو تین قرار دیتے تھے جیسا کہ اس سلسلے میں بھی ان سے کئی روایات مروی ہیں چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی 458ھ) نے کہا:

”أخبرنا أبو نصر بن قتادة أخبرنا أبو الفضل بن خميرويه حدثنا أحمد بن نجدة حدثنا سعيد بن منصور حدثنا سفيان عن شقيق سمع أنس بن مالك يقول قال عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها قال : هى ثلاث لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره وكان إذا أتى به أوجعه“۔

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جس نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاق دے دی کہ یہ تین طلاق ہے، اس کی بیوی حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرلے اور ایسا شخص جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا جاتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے مارتے“۔

[السنن الكبرى للبيهقي، ط الهند: 7/ 334 وإسناده صحيح]

ابوجعفر طحاوي رحمہ اللہ (المتوفی 321ھ) نے کہا:

حدثنا يونس، قال: أخبرنا سفيان، قال: حدثني شقيق، عن أنس بن مالك، عن عمر قال في الرجل يطلق البكر ثلاثا: إنها لا تحل له، حتى تنكح زوجا غيره“۔

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باکرہ (یعنی غیر مدخولہ) کو تین طلاق دینے والے شخص کے بارے میں کہا: اس کی بیوی حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرلے“۔

[شرح معاني الآثار، ت النجار: 3/ 59 ، رقم 4490 وإسناده صحيح]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر مدخولہ کو دی گئی تین طلاق کو بھی تین قرار دیتے تھے، لیکن فریق مخالف اسے نہیں مانتا۔

حلالہ کی شادی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

بلکہ حلالہ جیسے لعنتی فعل سے متعلق بھی یہ لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ سے روگردانی کرتے ہوئے نہ صرف حلالہ کو جائز بتلاتے ہیں بلکہ اسے کارثواب بھی بتلاتے ہیں جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ صرف اسے حرام قرار دیتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ جو کوئی یہ کام کرتے ہوئے پکڑا گیا اسے رجم کردوں گا، چنانچہ:

✵ امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی 456ھ) نے کہا:

"حدثنا محمد بن سعيد بن نبات نا أحمد بن عون الله نا قاسم بن أصبغ نا محمد بن عبد السلام الخشني نا محمد بن بشار نا يحيى بن سعيد القطان نا شعبة عن الأعمش عن المسيب بن رافع عن قبيصة بن جابر الأسدي قال: قال عمر بن الخطاب: لا أوتى بمحلل أو محلل له إلا رجمته"۔

"قبیصہ بن جابر الاسدي کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا وہ لایا گیا تو میں اسے رجم کردوں گا"۔ [المحلى لابن حزم، ت بيروت: 12/ 195وإسناده صحيح و الأعمش هنا يروي عنه شعبة فعنعنته مقبولة ، وأخرجه أيضا عبدالرزاق في مصنفه رقم 10777من طريق الثوري ومعمر ،وأخرجه أيضا سعيد بن منصور في سننه 2/ 75 وعنه حرب الكرماني في مسائله 1/ 320 من طريق جرير بن عبدالحميد ،وأخرجه أيضا سعيد بن منصور في سننه 2/ 75 وعنه حرب الكرماني في مسائله 1/ 320 وابن أبي شيبه في مصنفه 4/ 294 والبيهقي في سننه 7/ 208 من طريق أبي معاويه ،وأخرجه أيضا الثعلبي في تفسيره 6/ 231 من طريق ابن مسهر ، كلهم (شعبة والثوري ومعمر وجرير وأبومعاوية وابن مسهر) عن الأعمش به]

اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیسیوں فتاویٰ ایسے ہیں جو سیاسی اور تعزیری نہیں بلکہ خالص شرعی فتاویٰ ہیں لیکن فریق مخالف بالخصوص حنفی حضرات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس کے برعکس جب تین طلاق کی بات آتی ہے تو لوگوں کے سامنے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تعزیری فرمان پیش کرکے اسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شرعی فتویٰ باور کراتے ہیں اور اس کی مخالفت کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی قرار دیتے ہیں جو بہت بڑی ناانصافی ہے۔

(آخری قسط)

نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت

تحریر: محمد مصطفیٰ کعبی ازہری/فاضل الازہر یونیورسٹی مصر

نماز جنازہ میں اعلان کرنے کے متعلق علماء کرام کے اقوال:

اماابوعمر یوسف بن عبداللہ النمری (معروف ابن عبدالبر۔ المتوفی:463ھ) فرماتے ہیں کہ:"وكان أبو هريرة رضي الله عنه يمر بالمجالس ، فيقول : إن أخاكم قد مات فاشهدوا جنازته"۔

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجالس میں بیٹھتے اور کہتے کہ تمہارا بھائی فوت ہوگیا ہے اس کے جنازہ میں شرکت کرو"۔[الاستذكار: 3 / 26]

امام علاءالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی (المتوفی:587ھ) فرماتے ہیں کہ:"وَلَا بَأْسَ بِإِعْلَامِ النَّاسِ بِمَوْتِهِ مِنْ أَقْرِبَائِهِ وَأَصْدِقَائِهِ وَجِيرَانِهِ لِيُؤَدُّوا حَقَّهُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، وَالدُّعَاءِ وَالتَّشْيِيعِ، وَلِأَنَّ فِي الْإِعْلَامِ تَحْرِيضًا عَلَى الطَّاعَةِ، وَحَثًّا عَلَى الِاسْتِعْدَادِ لَهَا، فَيَكُونُ مِنْ بَابِ الْإِعَانَةِ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى، وَالتَّسَبُّبِ إلَى الْخَيْرِ ، وَالدَّلَالَةِ عَلَيْهِ"۔

ترجمہ:"میت کی وفات کی خبر میت کے اقربا، دوستوں اور پڑوسیوں کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، مقصد یہ ہو کہ میت کا جنازہ ادا کریں، میت کے لیے دعا میں شامل ہوں اور تدفین کے لیے قبرستان تک جائیں۔ وفات کی اطلاع دینے سے ایک نیکی کے کام کی رغبت بھی ملے گی، اور لوگ اس کے لیے تیار بھی ہوں گے، تو اس طرح ایسی اطلاع نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اعانت، خیر کے لیے ذریعہ، اور اچھے کام کے لیے رہنمائی کا باعث ہوگی"۔[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للکاسانی : 1 / 299]

شیخ ابوسعید عبدالملک بن قریب الاصمعي المتوفی: 215ھ) فرماتے ہیں کہ:" كَانَتْ الْعَرَبُ إِذَا مَاتَ فِيهَا مَيِّتٌ لَهُ قَدْرٌ رَكِبَ رَاكِبٌ فَرَسًا وَجَعَلَ يَسِيرُ فِي النَّاسِ وَيَقُولُ: نَعَاءِ فُلَانٍ أَيْ أَنْعِيهِ وَأُظْهِرُ خَبَرَ وَفَاتِهِ، وَإِنَّمَا قَالُوا هَذَا لأَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ، وَأَيْضًا قَدْ ثَبَتَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِمَوْتِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ حِينَ قُتِلُوا بِمُؤْتَةَ. وَأَيْضًا قَدْ ثَبَتَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ أُخْبِرَ بِمَوْتِ السَّوْدَاءِ أَوْ الشَّابِّ

الَّذِي كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ: أَلا آذَنْتُمُونِي. فَهَذَا كُلُّهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ مُجَرَّدَ الإِعْلامِ بِالْمَوْتِ لا يَكُونُ نَعْيًا مُحَرَّمًا وَإِنْ كَانَ بِاعْتِبَارِ اللُّغَةِ يَصْدُقُ عَلَيْهِ اِسْمُ النَّعْيِ، وَلِذَلِكَ قَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِنَّ الْمُرَادَ بِالنَّعْيِ فِي قَوْلِهِ: (يَنْهَى عَنْ النَّعْيِ) النَّعْيُ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ جَمْعًا بَيْنَ الأَحَادِيثِ"۔

ترجمہ:" جب عرب میں کوئی صاحبِ مرتبہ اور شرف آدمی فوت ہو جاتا تو گھڑسوار شخص گھوڑے پر سوار ہو کر لوگوں میں چلتا اور کہتا رہتا: فلاں شخص کی موت کا اعلان، یعنی میں اس کی موت کی خبر کا اعلان اور اس کی وفات کو ظاہر کرتا ہوں۔ انہوں نے یہ اس لیے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ انہوں نے نجاشی کی موت کا اعلان کیا، اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ، جعفر بن ابو طالب اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر دی جب وہ میدانِ جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

اور جب سیاہ عورت یا نوجوان جو مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا اس کی موت کا علم ہونے پر بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: تم نے مجھے کیوں نہ بتایا۔ تو یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صرف فوتگی کا اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ حرام ہے، اگرچہ لغوی لحاظ سے اس پر نعی کا اطلاق ہوتا ہے، اور ان احادیث کو جمع کرنے کے لیے اہل علم کا کہنا ہے کہ اس قول میں (وہ نعی سے منع کیا کرتے تھے) نعی سے مراد وہ نعی اور فوتگی کا اعلان ہے جو دور جاہلیت میں معروف تھا"۔[تحفة الأحوذي : 4 / 51]

امام موفق الدین ابن قدامہ المقدسی (المتوفی: 620ھ) فرماتے ہیں کہ :"ويكره النعي ، وهو أن يبعث مناديا ينادي في الناس: إن فلانا قد مات. ليشهدوا جنازته... وقال كثير من أهل العلم: لا بأس أن يعلم بالرجل إخوانه ومعارفه وذوو الفضل، من غير نداء. قال إبراهيم النخعي: لا بأس إذا مات الرجل أن يؤذن صديقه وأصحابه، وإنما كانوا يكرهون أن يطاف في المجالس: أنعي فلانا. كفعل الجاهلية". انتهى.

ترجمہ: " اور نعی مکروہ ہے، وہ اس طرح کہ لوگوں میں منادی کرنے والا شخص بھیجا جائے کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے، تاکہ اس کے جنازہ میں لوگ شریک ہو سکیں، اور بہت سے اہلِ علم کا کہنا ہے کہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص اپنے دوست واحباب اور جاننے والوں کو بغیر بلند آواز کیے فوتگی کی اطلاع کرے"۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: " جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے دوست واحباب کو اطلاع

دینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ وہ تو اہل جاہلیت کی طرح مجلسوں میں گھوم پھر کر اطلاع دینے کو ناپسند کرتے تھے کہ میں فلاں شخص کی موت کی اطلاع دیتا ہوں"۔

امام ابن العربی (المتوفی:638ھ) فرماتے ہیں کہ:"يُؤْخَذُ مِنْ مَجْمُوعِ الأَحَادِيثِ ثَلاثُ حَالاتٍ: الأُولَى إِعْلامُ الأَهْلِ وَالأَصْحَابِ وَأَهْلِ الصَّلاحِ فَهٰذَا سُنَّةٌ، الثَّانِيَةُ: دَعْوَةُ الْحَفْلِ لِلْمُفَاخَرَةِ فَهٰذِهِ تُكْرَهُ، الثَّالِثَةُ: الإِعْلامُ بِنَوْعٍ آخَرَ كَالنِّيَاحَةِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَهَذَا يُحَرَّمُ". انتہی .

ترجمہ:"احادیث کے مجموعے سے تین حالتیں اخذ کی سکتی ہیں:

پہلی حالت: اہل وعیال، دوست واحباب، اہلِ علم اور اصلاح پسند لوگوں کو وفات کی اطلاع دینا تو یہ سنت ہے۔

دوسری حالت: فخر (تکبر وریا) کے لیے اجتماع بلانا اور لوگوں کو جمع کرنا تو یہ مکروہ ہے۔

تیسری حالت: کسی اور نوع سے اعلان کرنا، جس میں نوحہ یا اس کے مثل کوئی کام ہو تو یہ حرام ہے۔

[فتح الباري شرح صحيح البخاري : 3 / 140 ح : 1188 ، وتحفة الأحوذي شرح سنن الترمذي: 4 / 52 ، عارضة الأحوذي : 4 / 206][وفتح البارى شرح صحيح البخارى : 4 / 102ح : 1245 و 1246]

امام یحییٰ بن شرف النووی (المتوفی:676ھ) فرماتے ہیں کہ:و"الصحيح الذي تقتضيه الأحاديث التي ذكرناها وغيرها أن الإعلام بموته لمن لم يعلم ليس بمكروه , بل إن قصد به الإخبار لكثرة المصلين فهو مستحب وإنما يكره ذكر المآثر والمفاخر والتطواف بين الناس بذكره بهذه الأشياء، وهذا نعي الجاهلية المنهي عنه،فقد صحت الأحاديث بالإعلام فلا يجوز إلغاؤها وبهذا الجواب أجاب بعض أئمة الفقه والحديث المحققين". انتہی

ترجمہ:"اور احادیث جس کا تقاضا کرتی ہیں اس میں صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے، کہ جسے علم نہ ہو اسے معلوم کروانے کے لیے فوتگی کا اعلان کرنا مکروہ نہیں، بلکہ اس کا مقصد جنازہ میں زیادہ لوگوں کو شریک کرنا ہے، اور یہ مستحب ہے۔ بلکہ مکروہ تو یہ ہے کہ میت کے محاسن اور صفات فخریہ طور پر بیان کیے جائیں اور لوگوں کے درمیان ان اشیاء کو ذکر کرتے ہوئے گھوما جائے، اور یہی وہ نعی ہے جس سے منع کیا گیا ہے جو کہ دورِ جاہلیت کی نعی اور فوتگی کے اعلان میں شامل ہوتی ہے۔ احادیث صحیحہ سے فوتگی کا اعلان ثابت ہے، اس لیے اسے ختم کرنا جائز نہیں، بعض ائمہ اور محققین نے یہی جواب دیا ہے"۔[المجموع : 5 / 174]

حافظ ابن حجر العسقلانی (شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی - المتوفی: 852ھ) فرماتے ہیں کہ: ”النَّعْي لَيْسَ مَمْنُوعًا كُلّه , وَإِنَّمَا نُهِيَ عَمَّا كَانَ أَهْل الْجَاهِلِيَّة يَصْنَعُونَهُ فَكَانُوا يُرْسِلُونَ مَنْ يُعْلِن بِخَبَرِ مَوْت الْمَيِّت عَلَى أَبْوَاب الدُّور وَالأَسْوَاق“.

ترجمہ: ”ہر قسم کی نعی اور وفات کا اعلان ممنوع نہیں ہے، بلکہ وہ نعی اور اعلان ممنوع ہے جو اہلِ جاہلیت کرتے تھے، کہ وہ کسی اعلان کرنے والے کو بھیجتے تھے جو لوگوں کے گھروں کے دروازوں اور بازاروں میں جا کر وفات کا اعلان کرتا تھا“۔[فتح الباری شرح صحیح البخاری : 4 / 102ح : 1245 و 1246]

امام محمد بن عبد الهادي السندي (المتوفی : 1138ھ) حاشیہ سنن ابن ماجہ میں فرماتے ہیں کہ: ” كَانَ أَهْل الْجَاهِلِيَّة يُشْهِرُونَ الْمَوْت بِهَيْئَةٍ كَرِيهَة، فَالنَّهْي مَحْمُول عَلَيْهِ، وَخَافَ حُذَيْفَة أَنْ يَكُون الْمُرَاد إِطْلَاق النَّهْي، فَمَا سمحَ بِهِ، فَهُوَ مِنْ بَاب الْوَرَع، وَإِلا فَخَبَر الْمَوْت سِيَّمَا إِذَا كَانَ لِمَصْلَحَةٍ كَتَكْثِيرِ الْجَمَاعَة جَائِز“.

ترجمہ: ”اہلِ جاہلیت فوتگی کا اعلان بڑے برے اور غلط طریقہ سے کیا کرتے تھے، لہٰذا یہ نہی بھی اسی پر محمول ہے، اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں مطلقاً نہی نہ ہو، اس لیے انہوں نے اس کی اجازت نہ دی، جو کہ ورع اور تقویٰ میں سے ہے، وگرنہ موت کی خبر دینے میں جب کوئی مصلحت ہو مثلاً خاص کر نماز جنازہ میں لوگوں کی تعداد زیادہ کرنے کے لیے تو پھر جائز ہے“۔[سنن ابن ماجة بشرح السندي : 2 / 208]

وقد سئل الشيخ أبو عبد الله عبد العزيز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420ھ)عن الإعلان في الصحف عن الأموات؟فقال:” لا نعلم فيه شيئًا، من باب الخبر“.

ترجمہ: ”شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے اخبار میں اعلانِ فوتگی دینے کے حوالے سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ”ہمیں اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، اس کا تعلق لوگوں کو خبر دینے سے ہے“۔[مسائل الامام ابن باز لابن مانع :ص: 108]

شیخ محمد بن صالح العثیمین (المتوفی: 1421ھ) فرماتے ہیں کہ:”وأما الإعلان عن موت الميت : فإن كان لمصلحة مثل أن يكون الميت واسع المعاملة مع الناس بين أخذ وإعطاء، وأعلن موته لعل أحداً يكون له حق عليه فيقضى أو نحو ذلك : فلا بأس“۔انتہی.

ترجمہ:"میت کی وفات کے اعلان سے متعلق یہ ہے کہ: اگر اعلان کا کوئی مقصد اور مصلحت ہو، مثلاً: میت کا بہت سے لوگوں کے ساتھ لین دین ہو اور وفات کا اعلان کرنے سے لوگوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہو جس کا میت سے لین دین ہے وہ میت کے ورثاء سے اپنا تصفیہ کروا لے، یا کوئی اور مثبت مقصد ہو تو اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

[مجموع فتاویٰ ورسائل العثیمین : 17 / 461]

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین (المتوفی: 1430ھ) فرماتے ہیں کہ:"لا بأس بنشر الخبر عن وفاة بعض الأشخاص المشهورين بالخير والصلاح ، ليحصل الترحم عليهم والدعاء لهم من المسلمين ، ولكن لا يجوز مدحهم بما ليس فيهم ، فإنَّ ذلك كذب صريح"۔

ترجمہ:"خیر و بھلائی میں مشہور و معروف افراد کی وفات کی خبر نشر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مقصد یہ ہو کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ رحمت کی دعا کی جائے، اور مسلمان ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کریں، تاہم اعلان کرتے ہوئے ان کی ایسے مدح سرائی نہ کی جائے جو ان میں تھی ہی نہیں، کیونکہ یہ صاف جھوٹ ہوگا"۔[فتاویٰ إسلامية لأصحاب الفضيلة العلماء عبد العزيز بن باز، محمد بن صالح العثيمين، عبد الله بن عبد الرحمن بن جبرين : 2 / 106]

دائمی فتویٰ کمیٹی کے علماء کرام فرماتے ہیں کہ:"يجوز دعاء أقارب الميت وأصحابه وجيرانه إذا توفي من أجل أن يصلوا عليه، ويدعوا له، ويتبعوا جنازته، ويساعدوا على دفنه، لأن النبي صلى الله عليه وسلم أخبر أصحابه لما توفي النجاشي رحمه الله بموته ليصلوا عليه" انتہی.

ترجمہ: "جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو میت کے اقربا اور پڑوسیوں کو نماز جنازہ اور اس کے لیے دعا کرنے، اور اس کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے بلانا اور اعلان کرنا جائز ہے، تاکہ وہ اسے دفن کرنے میں مدد و معاون بنیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام کو نجاشی رحمہ اللہ کے فوت ہونے پر خبر دی تاکہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں"۔[فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء : 8 / 402]

جدید ٹیکنالوجی اور آلات کے ذریعہ سے موت کی خبر دینا جائز ہے:

جدید ٹیکنالوجی اور آلات کے ذریعہ سے موت کی خبر دینے کے لئے مائیکروفون، فیس بک، ٹویٹر اور واٹس ایپ جیسی سماجی رابطے کی ویب سائٹس وغیرہ پر، یا ایمیل کے ذریعے یا موبائل پیغامات کے ذریعے میت کی فوتگی کا اعلان کرنا

جائز ہے بشرطیکہ اس اعلان کا مقصد یہ ہو کہ لوگ جنازے میں شرکت کریں، یا میت کے لئے دعا اور بخشش طلب کریں، یا سوگواران سے تعزیت کریں، کیونکہ یہ اعلان ان تمام اچھے کاموں کا ذریعہ بنے گا۔

خلاصۂ کلام: وفات پانے والے مسلمان شخص کا مسجد کے لاؤڈ اسپیکر جدید ٹیکنالوجی اور آلات کے ذریعہ سے موت کی خبر دینے کے لیے مائیکروفون، فیس بک (Facebook)، ٹویٹر (Twitter)، انسٹا گرام (Instagram)، ٹک ٹاک (TikTok)، ایمو (imo) اور واٹس ایپ (WhatsApp) گروپس جیسی سماجی رابطے کی ویب سائٹس وغیرہ پر، یا ایمیل کے ذریعے یا موبائل پیغامات کے ذریعے میت کی وفات کی خبر، اطلاع اور اعلان کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا تمام سماجی رابطے سے اعلان کرنے کا مقصد میت کے جنازہ اور اس کی تجہیز وتکفین کی خبر دینا ہوتا ہے اور یہ درست ہے۔ کیونکہ نعی کی یہ آخری قسم سنت کے دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر دی، اور اسی طرح جنگ موتہ کے شہداء اور دیگر لوگوں کی وفات کی اطلاع دی۔ جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ: "ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ والے نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دی جس دن وہ فوت ہوا"۔ [رواه البخاري في صحيحه : 1328و 3880 ، ومسلم في صحيحه : 951] اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ مرد یا عورت مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا تو وہ فوت ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق دریافت کیا تو صحابہ کہنے لگے: وہ فوت ہو گیا ہے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم نے اس کے متعلق مجھے کیوں نہ بتایا؟! مجھے اس کی قبر بتاؤ یا فرمایا: اس عورت کی قبر کو بتاؤ، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی قبر بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی"۔ [رواه البخاري في صحيحه : 458 ، ومسلم فی صحیحه : 956] اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زید، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موت کی خبر اس وقت دی جب کہ ان کی موت کی خبر پہنچی نہ تھی۔ [رواه البخاري في صحيحه : 4272] مذکورہ بالا تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو موت کی خبر دینا سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زید، جعفر، اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موت کی خبر اس وقت دی جب کہ ان کی موت کی خبر پہنچی نہ تھی۔ جیسا کہ حدیث موجود ہے۔ اور اسی طرح سے نماز جنازہ کے علاوہ کسی اور مصلحت کے لیے فوت شدہ شخص کے لیے اعلان کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو دین کے صحیح مسائل سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(قسط رابع)

دعائے شب قدر "اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق

تحریر: کفایت اللہ سنابلی

اتصال وسماع کے دلائل کا ذکر:

متقدمین نے سماع کا انکار نہیں کیا۔

متقدمین میں سے کسی بھی امامِ فن نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن بریدہ کے سماع کا انکار نہیں کیا ہے۔ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کی طرف انکار کی نسبت درست نہیں ہے۔ اس کی پوری تفصیل ماقبل میں پیش کی جا چکی ہے۔

معاصرت وامکانِ سماع ثابت ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن بریدہ کے درمیان معاصرت ثابت ہے۔

اور ماقبل میں ہم پوری وضاحت کر چکے ہیں کہ ثبوتِ معاصرت کے بعد سماع سے مانع کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ امکانِ سماع کے شواہد موجود ہیں۔ لہٰذا ان کے مابین سماع کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

امام مزی رحمہ اللہ نے سماع کا ذکر کیا ہے۔

امام المقدسي (المتوفی 600ھ) نے کہا ہے:

عبد الله بن بُرَيدة... سمع: أباه، وعبد الله بن عَبَّاس وأبا هريرة، وعمران بن حُصَين، وأبا موسى الأَشْعريّ، وعبد الله بن مُغَفَّل، والمُغيرة بن شُعْبة، وسَمُرَة بن جُنْدب، ومعاوية بن أبي سفيان، وعائشة رضي الله عنهم.

"عبداللہ بن بریدہ... نے اپنے والد، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، عمران بن حصین، ابوموسیٰ الاشعری، عبداللہ بن مغفل، مغیرہ بن شعبہ، سمرہ بن جندب، معاویہ بن ابی سفیان اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہے"۔ [الكمال في أسماء الرجال 6/ 122]

محدثین کی تصحیح:

محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن بریدہ کی مرویات کو صحیح قرار دیا ہے، چند حوالے ملاحظہ ہوں:

امام ترمذي (المتوفی 279ھ) رحمہ اللہ

امام ترمذی نے اسے روایت کرنے کے بعد کہا:

هذا حديث حسن صحيح- "یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔ [سنن الترمذي:رقم: 3513]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852ھ) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وقال:(يعنى الدارقطى) هذه كلها مراسيل، ابن بريدة لم يسمع من عائشة. قلت: صحح له الترمذي حديثه عن عائشة في القول ليلة القدر، من رواية: جعفر بن سليمان، بهذا الإسناد، ومقتضى ذلك أن يكون سمع منها، ولم أقف على قول أحد وصفه بالتدليس۔

"انہوں (یعنی امام دارقطنی) نے کہا: یہ سب (روایات) مراسیل ہیں، ابن بریدہ نے عائشہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ میں کہتا ہوں: ترمذی نے اس کے لیے (یعنی عبداللہ بن بریدہ کے لیے) شب قدر والی حدیث میں عائشہ سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے، جو جعفر بن سلیمان کی روایت سے اسی سند کے ساتھ ہے، اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انہوں نے (اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے) سنا ہوگا۔ اور میں کسی کے قول پر واقف نہیں جس نے اسے (ابن بریدہ کو) تدلیس والا قرار دیا ہو"۔ [إتحاف المهرة لابن حجر:5/ 17]

امام حاکم (المتوفی 405ھ) رحمہ اللہ

امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين-

"یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے"۔ [المستدرك للحاكم، ط الهند: 1/ 530]

فائدہ:

شیخین کی شرط پر امام حاکم کی مراد عین شیخین کے رجال ہی نہیں بلکہ ان جیسے رجال بھی ہیں دیکھیں: [مقدمة المستدرك للحاكم، ط الهند: 1/ 2]

امام ابومحمد البغوي (المتوفی 516ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا:

هذا حديث صحيح- "یہ حدیث صحیح ہے"۔ [مصابيح السنة 2/ 104]

امام منذري (المتوفی 656ھ) رحمہ اللہ:

"آپ نے امام ترمذی اور امام حاکم کی تصحیح کا اقرار کیا ہے"۔ [الترغيب والترهيب للمنذري: 4/ 138]

نیز دیکھیں:[سلسلة الأحاديث الصحيحة 7/ 1009]

امام نووي (المتوفی 676ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے امام ترمذی اورامام حاکم کی تصحیح کا اقرار کیا ہے۔ [الأذكار للنووي:ص:191]

نیز دیکھیں:[سلسلة الأحاديث الصحيحة: 7/ 1009]

امام ابن دقيق العيد (المتوفی 702ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے امام ترمذی اورامام حاکم کی تصحیح کا اقرار کیا ہے۔ [الإلمام بأحاديث الأحكام: 1/ 364]

امام ابن عبدالهادي (المتوفی 744ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے امام ترمذی اورامام حاکم کی تصحیح کا اقرار کیا ہے۔ [المحرر في الحديث:ص: 382]

امام ذہبی (المتوفی 748ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے امام حاکم کی تصحیح پر موافقت کی ہے۔ [المستدرك للحاكم مع تعليق الذهبي: 1/ 712]

امام ابن القیم (المتوفی 751ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھا: حديث صحيح۔ ”یہ حدیث صحیح ہے“۔ [إعلام الموقعين ت مشهور: 6/ 320]

حافظ ابن حجر (المتوفی 852ھ) رحمہ اللہ:

آپ نے امام ترمذی وحاکم کی تصحیح کو بلاتعاقب نقل فرمایا ہے۔ [بلوغ المرام من أدلة الأحكام:1/ 129]

نیز ایک دوسرے مقام پر امام ترمذی کی تصحیح سے سماع پر استدلال بھی کیا ہے۔دیکھیں[إتحاف المهرة لابن حجر:5/ 17]

تنبیہ:

ابن علان (المتوفی 1057ھ) جیسے بدعقیدہ شخص نے ایک مقام پر اس روایت سے متعلق خود کا نقد پیش کیا ہے [الفتوحات 4/ 346]

بعض لوگ بغیر کسی دلیل اور مضبوط سیاق کے اس بدعقیدہ شخص کے کلام کو ابن حجر رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو سراسر باطل ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ کی اپنی کتابوں میں موجود تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

جاری.......

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اوران کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ

قسط:(21)

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

"بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية" کا تعارف پیش خدمت ہے:

شیخ الاسلام کی اس کتاب کا تعلق فن عقیدہ سے ہے۔

سبب تالیف: یہ کتاب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسکندریہ کے بعض اہل فضل کی طلب پر تصنیف کیا ہے،اس کتاب کے اندرانہوں نے ابن سبعین ،غزالی وغیرہ کے فلسفیانہ اور دیگر اہل کلام کے باطل عقائد ونظریات پر رد کیا ہے۔

مکان تالیف: یہ کتاب شیخ الاسلام نے اسکندریہ میں قیام کے دوران ترتیب دیا ہے۔

زمانۂ تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قیام اسکندریہ میں تقریباً آٹھ مہینے رہا ہے۔

یعنی ربیع الاول ۷۰۹ھ سے شوال تک ،اس اعتبار سے تاریخ تالیف اس کتاب کا ۱/۳/۷۰۹ھ۔ ۲/۱۰/۷۰۹ھ درمیانی حصہ ہے۔

کتاب کا نام: اس کتاب کے کئی ایک نام ذکر کئے جاتے ہیں جیسے ابن سبعین ،اسکندریہ،وغیرہ۔النبوات میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کا نام" الرد على ابن سبعين و اہل الوحدة"[النبوات :82] ذکر کیا ہے۔"الرد على المنطقيين"میں اس کا نام ابن تیمیہ نے السبعينية ذکر کیا ہے[275]۔کہیں پر ابن تیمیہ نے" الرد على الاتحادية"ذکر کیا ہے[مجموع الفتاوىٰ 10۔ 402]۔ابن قیم نے اس کتاب کا نام"المسائل الاسكندرية"ذکر کیا ہے(نوٹ:أسماء مؤلفات ابن تيمية،اصلاً یہ کتاب ابن تیمیہ کے شاگرد ابن رشیق کی ہے،غلطی سے ابن قیم کی طرف لوگوں نے منسوب کردیا ہے)۔ابن عبدالہادی نے اس کتاب کا نام"مسائل الاسكندرية فى الرد على الملاحدة والاتحادية"بیان کیا ہے[العقود الدرية 35] صلاح صفدی نے اس کا نام"المسائل الاسكندرية فى الرد على الاتحادية و الحلولية"[الوافي بالوفيات 26/7] ذکر کیا ہے۔ابن شاکر کتبی نے اس کا نام"المسائل الاسكندرانية فى الرد على الاتحادية و الحلولية"۔[فوات الوفيات 79/10] ذکر کیا ہے۔ابن رجب الحنبلی نے اس کا نام"المسائل الاسكندرانية"بیان کیا ہے۔[الذيل على طبقات الحنابلة/ 403]

اسماعیل باشا البغدادی نے اس کا نام "المسائل الاسكندريه على الحلوليه والاتحادية"[هدية العارفين اسماعيل باشا البغدادى 106/5] ذکر کیا ہے۔

خلاصۂ گفتگو یہ کہ عمومی طور پر اس کتاب کے تین نام زیادہ معروف ہیں۔

1- السبعينية۔2-المسائل الاسكندرانية - أو الاسكندرية-في الرد على الاتحادية والحلولية۔

3- بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية۔

(السبعينية)جہاں تک سبعینیہ نام کا مسئلہ ہے تو چونکہ اس کتاب کے اندر غالی صوفی ابن سبعین کے باطل عقائد پر بھی رد ہے۔اس وجہ سے بعض لوگوں نے رسالہ کی نسبت اسی طرف کردی ہے۔

جہاں تک دوسرے نام کا تعلق ہے تو وہ سائل کے شہر کی جانب منسوب ہے۔ جہاں تک تیسرے نام کا تعلق ہے تو وہ بعض نساخ نے کتاب کے مشمولات کو دیکھ کر کے اسی اعتبار سے موسوم کر دیا ہے۔

کتاب کے نام کے تعلق سے آخری بات یہ کہ اس کتاب کے جتنے مخطوطات دنیا کی مختلف لائبریریوں میں دستیاب ہیں ان تمام میں مذکورہ ناموں سے الگ ایک نام ہے۔یعنی ان تمام نسخوں میں یہی نام ہے"بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية أهل الالحاد من القائلين ب الحلول الاتحاد". (دیکھیں :بغية المرتاد بتحقيق د. موسىٰ الدويش :57)

کتاب کا موضوع: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ابن عربی اور ابن سبعین جیسے گمراہ کن عقائد کے حاملین کے ساتھ ساتھ دیگر منطقیانہ اور فلسفیانہ فکر کی روشنی میں کتاب وسنت کو سمجھنے والوں پر رد کیا ہے۔

فوائد علمیہ:

(۱) عقل یہ عربی لفظ ہے، عقل کا معنیٰ منع کرنا، روکنا ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے عقل الدواء البطن :امسكه۔ عقلت المراءه شعرہا اذا امسكته۔ قرآن کریم میں اس کے مرادف جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اللب، الحجر، النهى، الحلم، الحجى۔

(۲) یہ جو حدیث پیش کی جاتی ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا یہ موضوع حدیث ہے، عقل کی فضلیت میں بہت ساری حدیثیں بیان کی جاتی ہیں لیکن وہ سب صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔"قال أبو حاتم بن حبان البستي: لست أحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم خبرا صحيحا في العقل"۔"بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية" [ص245] امام ابوحاتم ابن حبان کہتے ہیں کہ عقل کی فضیلت سے متعلق میرے علم میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔

"قال أبو الفرج بن الجوزي في ذم الهوى وغيره: "المنقول عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في فضل العقل كثير إلا أنه بعيد الثبوت"۔بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية۔[ص247]

ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عقل کی فضیلت سے متعلق کئی ایک حدیثیں ہیں لیکن وہ سب صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔

(۳) لفظ عقل حدیث میں بھی وارد ہے، نیز احادیث میں لفظ عقل تین طرح سے مستعمل ہے۔ ۱۔ عقل دیت کے معنیٰ مستعمل ہے۔ ۲۔ عقل صیغۂ فعل کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے المجنون حتى يعقل ۳۔ عقل صیغۂ مصدر کے ساتھ وارد ہے جیسے حدیث میں ہے:ما رايت من ناقصات عقل و دين۔

(۴) ایک راوی داؤد بن محبر ہے ان پر محدثین نے ضعیف کا حکم لگایا ہے۔

(۵) اس کتاب میں شیخ الاسلام نے جن شخصیات کے باطل عقائد پر کاری ضرب لگایا ہے اور ان کی حقیقت کو واشگاف کیا ہے، ان میں امام غزالی، ابن عربی اور ابن سبعین ہیں۔

(٦) اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (التوبة:٣١) اس آیت کی تفسیر اس حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔ قدمَ [عديٌّ بنُ حاتمٍ] على النَّبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ وهو نصرانيٌّ فسمعه يقرأُ هذه الآيةَ : اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ قال : فقلتُ له : إنَّا لسنا نعبدُهم ، قال : أليسَ يحرمونَ ما أحلَّ اللهُ فتحرِّمونَه ، ويحلُّونَ ما حرَّمَ اللهُ فتحلُّونَه ، قال : قلتُ : بلى ، قال : فتلك عبادتُهم.(سنن ترمذي :3095،حسن). "عدی بن حاتم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ،آپ نے انہیں یہ آیت،"اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله"انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو معبود بنا لیا ہے" (التوبہ:٣١)، پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر میں نے کہا کہ ہم ان کی عبادت کہاں کرتے تھے، آپ نے فرمایا:" وہ لوگ ان کی عبادت نہ کرتے تھے، لیکن جب وہ لوگ کسی چیز کو حلال کہہ دیتے تھے تو وہ لوگ اسے حلال جان لیتے تھے، اور جب وہ لوگ ان کے لیے کسی چیز کو حرام ٹھہرا دیتے تو وہ لوگ اسے حرام جان لیتے تھے۔

(۷) اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں تقریباً تیس یا اس سے زائد جگہوں پر اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دیا ہے۔

(۸) عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"يتبع الدجال، من يهود أصبهان، سبعون ألفا. عليهم الطيالسة"۔ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" اصبہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار (یہودی) دجال کی پیروی کریں گے، ان (کے جسموں) پر طیلسان کی عبائیں ہوں گی۔ [صحيح مسلم:2944]

(۹) صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الأنعام:82] تو صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ کے نیک بندے لقمان کی یہ بات نہیں سنی۔ إن الشرك لظلم عظيم.

(۱۰) اس کتاب میں جب شیخ الاسلام صاحب الفصوص کہیں تو اس سے مراد ابن عربی ہوا کرتے ہیں۔ ابن عربی کی ایک کتاب فصوص الحکم کے نام سے ہے۔

تحقیق:

(۱) بغية المرتاد... بتحقيق د. موسى الدويش.

نوٹ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی دیگر کتابوں کی طرح اس پر بہت زیادہ کام نہیں ہوا ہے، بہت بحث وجستجو کے بعد صرف د/موسیٰ الدویش کی تحقیق کی تحقیق ملی ہے۔ آئندہ اگر کچھ ملا تو ضرور شامل کریں گے ان شاء اللہ

جاری......

علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔محاضرہ نمبر(۵)

معارف ابن تیمیہ کی عصری معنویت اور استفادے کے طریقے: (تیسری قسط)

مرتب: ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

ابن تیمیہ کی تصانیف جو چھپ کر کے آگئی ہیں ان سے استفادے کا کیا طریقہ مناسب رہے گا۔طلبہ آج کے زمانہ میں کیسے استفادہ کریں؟

ابن تیمیہ کی اتنی ساری کتابیں دیکھ کر ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جب آدمی کو طریقہ معلوم ہوجاتا ہے تو ان سے استفادہ بھی آسان ہوجاتا ہے(1)۔ابن تیمیہ کا اسلوب بہت ہی آسان ہے،ابن تیمیہ کے اسلوب کے سلسلہ میں ایک واقعہ ہے بلکہ ایک لطیفہ کہہ لیجیے، بنگلہ دیش کے ایک انجینئر تھے،وہ ام القریٰ یونیورسٹی میں عربی سیکھنے کے لیے آئے،وہ الف،ب بھی نہیں جانتے تھے،وہ آئے اور دوسال میں عربی سیکھ لیے،اس کے بعد وہ عربی کی مختلف کتابیں اور پرچہ وغیرہ پڑھتے تھے لیکن ان کو سمجھ میں نہیں آتا تھا، پھر وہ کہتے تھے کہ ابھی مجھے عربی سمجھ میں نہیں آتی ہے،ایک دن ابن تیمیہ کا مجموع الفتاویٰ ان کو ہاتھ آگیا اور وہ اس کو کھول کر پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ اس میں مجھے تو ساری باتیں سمجھ میں آنے لگی ہیں اور وہ کہنے لگے کہ ابن تیمیہ اتنے آسان اسلوب میں لکھتے ہیں،اس طرح اور لوگ کیوں نہیں لکھتے ہیں۔میرا کہنا یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی اصل کتابیں پڑھیں وہ زیادہ مفید ہیں، بجائے اس کے کہ ترجمہ پڑھا جائے،ترجمہ میں بہت سارے لوگوں نے تحریف اور غلطی کی ہے اور کبھی کبھی اختصار کے پیش نظر کچھ کا کچھ بنادیا ہے۔اور کبھی تلخیص کر کے اصل فکر ہی نچوڑ کر کے ختم کر دیا ہے،اس لیے اصل کتابیں پڑھنی ضروری ہے، اب اصل کتابیں ان کی بہت سی ہیں، 35 جلدوں میں مجموع الفتاویٰ ہے،اس کے علاوہ اور جو ہیں وہ بھی چالیس پچاس جلدیں بن جائیں گی،اب سوال یہ ہے کہ ابن تیمیہ کی کون سی کتابیں پہلے پڑھی جائیں؟اس کی دو تین شکلیں ہوسکتی ہیں،نمبر ایک یہ کہ پہلے چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھیں جو ان کی فکر کی نمائندگی کرتی ہیں جیسے رفع الملام وغیرہ(2)،اس سے ذہن صاف ہوجائے گا کہ یہ ائمہ کلام کا احترام کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں،ان کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے اور مذاہب فقہیہ کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے،اسی طرح ان کی ایک دوسری کتاب ہے”السیاسة الشرعیة“ ،اسلام کے اصول حکمرانی کیا ہیں،کن چیزوں پر ہیں؟ان کی یہ کتاب”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا“ (نساء:58) کی ایک طرح سے تفسیر ہے۔یہ کتاب ایک رات میں انہوں نے مکمل کر دیا تھا،

تیسری ایک کتاب ہے ”الحسبة “یعنی اسلام میں پبلک ڈیوٹیز کیا ہیں؟ آپ کسی منکر نام کو دیکھ رہے ہیں تو اس کا انکار کس طرح کریں گے؟ اسی طرح چوتھی ان کی ایک کتاب ہے ”المظالم المشترکة“یعنی ایسے مظالم جو عام طور پر ہوتے ہیں اس کا حل کیا ہے؟ حکومت یا اسی طرح عوام یا سوسائٹی کا اس میں کس حد تک دخل ہوسکتا ہے؟ اسی طرح ان کی بدعات اور شرکیات سے متعلق جو کتابیں ہیں انہیں پڑھنا چاہیے، انہوں نے سب سے پہلے یہ تصور دیا کہ ولی اللہ کون ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے ”إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ“(انفال:34)اولیاء اللہ متقی اور پرہیز گار ہیں، اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان میں کیا فرق ہے؟ اس پر ان کی ایک کتاب ” الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان“ ہے اسی طرح زیارت قبر نبوی کا مسئلہ ہے، اس پر لکھنے کی وجہ سے کئی بار دارو گیر بھی کیے گئے، اور کئی بار اس سے متعلق انہوں نے لکھا بھی ہے، اس میں ایک چھوٹا سا رسالہ زیارت قبور سے متعلق ہے یعنی زیارت قبور کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اس میں کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے اور کن چیزوں سے دور رہنا چاہیے، کون سی چیزیں اس میں بدعت ہیں اور کون سی چیزیں سنت ہیں، زیارت قبر نبوی کو وہ جائز قرار دیتے ہیں، ہاں سفر صرف اور صرف زیارت قبر نبوی کا ہو تو وہ اس چیز کو گناہ قرار دیتے ہیں،(3) کئی تحریریں ان کی اس پر ہیں۔ایک مسئلہ طلاق ثلاثہ سے متعلق ہے،، بہت بار انہوں نے لکھا، میں نے جامع المسائل کی جب پہلی جلد چھاپی تو اس میں طلاق کے بہت سے مسائل بیان کئے اور مجموع الفتاوی میں بھی 34 ویں جلد میں وہ مسئلہ ہے، اس کے اندر انہوں نے یہ بتایا ہے کہ تین طلاق کو تین نافذ کردینے سے جو حضرت عمر کے زمانہ میں تھا، اس کے بعد جو مفاسد پیدا ہوئے اس کا تدارک کس طریقہ سے کیا جائے ،معاشرتی طور یہ بہت بڑا مسئلہ ہے، اب اس کے بعد حلالہ کا سہارا لیا جاتا ہے، اور حلالہ بالکل ہی حرام ہے، اس کے بعد احادیث وآثار کا انہوں نے مراجعہ کیا اور صحیح مسلم کی جو مشہور حدیث طلاق سے متعلق ہے اس کو اساس بنا کر پھر انہوں نے لمبی گفتگو کی ہے، ان کو روکا جاتا تھا کہ فتویٰ مت دیجیے لیکن وہ کہتے تھے کہ میں حق بیان کرنے سے نہیں رک سکتا ہوں، پھر اس کی وجہ سے جیل بھی چلے گئے(4)، ایک تیسرا مسئلہ اس زمانہ میں جو فقہاء کا متفقہ مسئلہ تھا کہ اگر کوئی طلاق معلق دے مثلاً وہ کہے اگر تم اس کمرے سے باہر گئی تو طلاق، اگر تم نے ایسا کیا تو طلاق، تو کیا وہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں ہوگی یا اس پر کفارہ واجب ہوگا، ابن تیمیہ کا موقف یہ تھا کہ طلاق معلق کا اگر کفارہ دے دیا جائے تو اس کے بعد پھر طلاق واقع نہیں ہوتی ہے،(5) اصلاً وہ ایک طرح سے معاشرہ میں پھیلے فساد کا علاج کیسے ہو اسی کا وہ علاج کرنا چاہتے تھے، طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں ابن تیمیہ کے جتنے اندیشے تھے وہ تقریباً آج کے حالات میں سب صحیح ثابت ہورہے ہیں، موجودہ دور میں اکثر عرب ممالک میں یہی قانون بنا ہوا ہے، تین ایک ہی ہے، اور اس

کے بغیر آپ مسائل کو حل نہیں کر سکتے ، ہمارے یہاں جو سلسلہ جاری تھا ، اس کی وجہ سے حلالہ کا بھی سلسلہ جاری ہوا ، اب جب خواتین کا شعور بیدار ہوا اور خواتین کو بھی تجسس ہوئی ، تو سمجھ میں آیا کہ حلالہ کس قدر قبیح ہے ، بہر حال کہنے کا مطلب ہے کہ ابن تیمیہ صرف نظری طور پر بحث نہیں کرتے تھے بلکہ معاشرتی طور پر وہ مسائل کو دیکھتے تھے ، ایک بہت مشہور بات ہے کہ اسلام نے نکاح کو آسان بنایا ہے ، کہ جتنا مہر دے سکتا ہو کم سے کم تب بھی وہ نکاح کر سکتا ہے ، کچھ بھی نہیں ہے حافظ قرآن ہے تب بھی کر لے اور وہی قرآن سیکھنا سکھانا مہر ہوگا ۔ اور طلاق کو مشکل بنا دیا جائے تا کہ طلاق دینے کی نوبت بہت کم آئے اور خاندان بکھرنے سے بچ جائے ، لیکن متاخرین فقہاء نے اس کو الٹ دیا ، نکاح کے لیے نکحتک ، زوجتک ، جیسے بھاری بھرکم الفاظ تراشے اور طلاق بس معمولی سا لفظ بول دیا تو طلاق واقع ہوگئی ۔

بہر حال کہنے کا مطلب ہے چھوٹے چھوٹے رسائل سے ابن تیمیہ کو پڑھنا شروع کریں ، اور اس کا ایک چھوٹا سا مجموعہ " مجموعة الرسائل الكبرىٰ " کے نام سے ۔ 1323 ہجری میں چھپا تھا ، (6) پھر بعد میں بھی چھپتا رہا ہے ، اس میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے " الوصية الصغرىٰ " ، ابن تیمیہ سے کسی نے کہا کہ ہمیں وصیت کیجئے کہ علم کیسے حاصل کریں ، کون سی کتابیں پڑھیں اور روزی روٹی کیسے حاصل کریں ، اسی طرح اس میں ایک چھوٹا رسالہ ہے " الواسطية " کسی نے ابن تیمیہ سے کہا کہ عقائد کا مختصر طور پر جس کا علم ہم تمام لوگوں کو ہونا چاہیے وہ کیا ہے ؟ تحریر کر دیں ۔ پہلے تو کہا کہ عقیدے کی بہت سی کتابیں ہیں جاؤ کوئی بھی کتاب پڑھ لو ، لیکن واسط شہر سے رضی الدین واسطی آئے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں آپ ہی لکھ دیجئے پھر ایک ہی بیٹھک میں قرآنی آیات وغیرہ کو جمع کر کے انہوں نے لکھ دیا ۔ صفات باری تعالیٰ سے متعلق ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے " حموية " لکھ دیا ، حماہ ایک جگہ کا نام ہے ، یہ فتویٰ اسی کی جانب منسوب ہے ۔ اس طریقے کے چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھنے سے ان کے بنیادی افکار سامنے آ جائیں گے ، پھر آگے کوئی بھی مسئلہ ہو جو سمجھ میں نہ آ رہا ہو تو مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ کی 36 ویں اور 37 ویں جلد میں جا کر کے دیکھئے اور پھر پڑھ لیجئے یہ پورا مجموعہ موضوعاتی ترتیب پر ہے ۔ پہلے ان کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھنے کے بعد جو ان کی بڑی بڑی کتابیں ہیں ۔ جیسے : " الرد على المنطقيين ، درء تعارض العقل والنقل ، منهاج السنة ، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح " وغیرہ پڑھیں ، اب ان کے انصاف کا اندازہ لگائیے کہ منهاج الكرامة کے نام سے ابن مطہر حلی نے شیعہ عقائد سے متعلق ایک کتاب لکھی ، پھر وہ کتاب ابن تیمیہ کو دی گئی اور کہا گیا کہ اس کا جواب دیجئے ، پوری کتاب کا مکمل اقتباس نقل کر کے پھر اس کا جواب دیتے ہیں ، بلکہ جس نے دوبارہ چھاپا ہے یعنی ڈاکٹر محمد رشاد سالم ، انہوں نے پہلی جلد میں اصل " منهاج الكرامه " بھی چھاپ دیا ، تا کہ مسئلے کو

سمجھنے میں آسانی ہو،لیکن بعد میں جو دوسرا ایڈیشن چھپا اس میں منهاج الكرامه حذف کردی گئی، منهاج السنہ کہنے کو تو شیعوں کے رد میں ہے لیکن بیچ میں بہت سے تاریخی مسائل اور عقائد کے مسائل بیان کئے گئے ہیں ، اسلام میں گمراہیوں کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس کی پوری تاریخ ہے، اس کے علاوہ بہت سے موضوعات،صحابہ کے تعلق سے، قرآن کے تعلق سے اور اسلامی اصول حکمرانی کے تعلق سے موجود ہیں۔ منهاج السنہ آپ پڑھیں گے تو ایک جگہ اسلوب سے متعلق گفتگو آئے گی، اسلوب میں کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جو لوگ اپنے طریقۂ تحریر کو مختلف طریقہ سے محسنات لفظیہ اور معنویہ، شائع اور بدائع ،الفاظ اور بھاری بھرکم چیزیں استعمال کرکے سوچتے ہیں کہ ہماری تحریر بہت بہترین ہوگی ، ادبی ہوگی ،تو اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کوئی بزدل آدمی ہو اور اس کے ہاتھ میں تلوار دے دی جائے ، اس کا دل ہی مضبوط نہیں ہے تو وہ تلوار چلائے گا کیسے؟ کہنے کا مطلب ہے کہ اصل جب تک آدمی خود علمی اعتبار سے مضبوط نہ ہو اس وقت تک بھاری بھرکم الفاظ کچھ کام کے نہیں۔طلبہ سب سے پہلے ان کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھیں یا پھر ذہن میں یہ رکھیں کہ مجھے اس موضوع سے متعلق پڑھنا ہے،تو ابن تیمیہ نے اس موضوع سے متعلق کہاں کیا کیا لکھا ہے۔

ایسی کوئی کتاب بتائیں جس کو پڑھنے پر مکمل طور پر ابن تیمیہ دکھائی دیں؟

دیکھئے ابن تیمیہ چھوٹی سی چھوٹی کتاب میں بھی نظر آتے ہیں اور بڑی سی بڑی کتاب میں بھی نظر آتے ہیں۔اور ابن تیمیہ اپنے اسلوب کے اعتبار سے بالکل منفرد نظر آتے ہیں ، بلکہ بسا اوقات ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم میں التباس ہو جاتا ہے کہ ہم کس کو پڑھ رہے ہیں۔اس لیے کہ بسا اوقات ابن قیم رحمہ اللہ پورا کا پورا اقتباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب سے نقل کر لیتے ہیں۔مثلاً عیسائیوں کے رد میں ابن تیمیہ کی ایک بے نظیر کتاب ”الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح “ ہے، یہ بہت ضخیم کتاب ہے، چار یا چھ جلدوں میں مطبوع ہے، ابن قیم نے اس کا اختصار تیار کیا ہے ”هداية الحيارى في أجوبة اليهود والنصارى لابن قيم الجوزية“ تین جلد میں اختصار ہے، اب اگر آپ اتنی ضخیم کتاب نہیں پڑھ سکتے ہیں تو ثقہ قسم کے جو ہیں اس طرح کے اختصار کرنے والے مؤلفین ان کی کتابیں پڑھ سکتے ہیں ، یا مثلاً جیسے منهاج السنہ ہے جو شیعوں کے رد میں بہت بڑی کتاب ہے، اگر آپ اس کا مختصر پڑھنا چاہتے ہیں تو علامہ ذہبی نے جو اس کا مختصر تین جلدوں میں تیار کیا ہے اسے پڑھیں (7) اسی طرح موجودہ دور میں شیخ عبداللہ غنیمان صاحب نے اختصار کیا ہے۔

بہر حال کہہ یہ رہا تھا کہ ابن تیمیہ لکھتے لکھتے بہت دور چلے جاتے ہیں پھر ”والمقصود“ کہہ کر کے واپس آتے ہیں۔تو یہ استطرادات ان مختصرات میں نہیں ملیں گے، یہی استطرادت مولانا ابوالکلام آزاد کے یہاں بھی دیکھنے کو ملیں

گے، دیکھئے ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، علامہ شبلی، سید سلیمان ندوی وغیرہ سب ابن تیمیہ سے متاثر تھے، یہ سب لوگ معارف ابن تیمیہ کی احیاء واشاعت کووقت کی بہت بڑی ضرورت سمجھتے تھے، اوراس کی وجہ کیا بیان کیا علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں لکھا یہ دو شخصیتیں ایسی ہیں جوامت کو جوڑتی ہیں نہ کہ امت میں تفرقہ پیدا کرتی ہیں۔

حواشی(آفاق احمد السنابلی المدنی)

1-اس سلسلہ میں صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ کا ایک محاضرہ ہے "كيف تقرأ كتب شيخ الإسلام ابن تيمية"۔ جس میں انہوں نے بڑے سہل اور ترتیب کے ساتھ شیخ الاسلام کی کتابوں سے استفادہ کا طریقہ بتایاہے۔ یہ محاضرہ یوٹیوب پراورتحریری شکل میں بھی موجود ہے۔اس کا ترجمہ بھی میں نے کیاہے،موقع ملاتو اہل السنہ میں قسط وارشائع کریں گےان شاءاللہ۔

2-فہد بن عبداللہ الترکی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابوں کے مطالعہ کی بالترتیب ایک فہرست تیارکی ہے ،جس میں انہوں نے سب سے پہلے چھوٹی چھوٹی کتابوں کا ذکرکیاہے۔انہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابوں کو پڑھنے کے لیے تین حصوں میں تقسیم کیاہے۔

پہلا مجموعہ: جس میں عقیدہ کی چھوٹی چھوٹی کتابیں ذکر کی گئی ہیں، انہی کتابوں سے ابن تیمیہ کے کتابوں کے مطالعہ کی شروعات کرنی ہے۔

1-العقيدة الواسطية مع شروطها. 2-الفتو ى الحموية مع شروحها. 3-قاعدة في التوسل والوسيلةوهي رسالة صغيرة. 4-الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان مجلد صغير. 5-اقتضاء الصراط المستقيم في مخالفة أصحاب الجحيم مجلد وقد طبع محققاً في مجلدين. 6-الصارم المسلول على شاتم الرسول مطبوع في مجلد وقد طبع في ثلاثة۔ أجزاء محققة تحقيقاً جيداً. 7-الاستغاثة في الرد على البكري مجلدان. 8-التدمرية مع شروحها. 9-قسم العقيدة من الفتاوي المصرية. ويقع قسم العقيدة منها في المجلد الأول في قرابة المائتي صفحة. 10-الأجزاء الأولى من »مجموع الفتاو « جَمْع الشيخ عبد الرحمن بن قاسم وابنه محمد – رحمهما الله – من الجزء الأول وحتى الجزء الثاني عشر. باستثناء الجزء التاسع المتعلق بالمنطق فتؤخر قراءته كما سيأتي إن شاء الله. 11-جامع المسائل تحقيق محمد عزيز شمس, وتشتمل على رسائل ليست في »مجموع الفتاوى .« 12-المستدرك على » مجموع الفتاو ى« للشيخ محمد بن قاسم قسم العقيدة منه. 13-مجموعة الرسائل بعناية الشيخ محمد رشيد رضا رحمه الله.

دوسرے نمبر پر وہ کتابیں پڑھیں جو ذرا لمبی ہیں۔

1- الاستقامة، وفيه الرد على رسالة القيشري مطبوع في مجلدين بتحقيق الدكتور محمد رشاد سالم رحمه الله.

2- الجواب الصحيح لمن بدَّل دين المسيح ط: دار العاصمة وهي أحسن الطبعات الموجودة.

3- منهاج السنة النبوية في الرد على الشيعة القدرية مطبوع في تسعة مجلدات التاسع فهارس تحقيق الدكتور محمد رشاد سالم رحمه الله. وللذهبي – رحمه الله – مختصر له سماه : المنتقى من منهاج السنة. وكذلك للشيخ عبد الله العنيمان وفقه الله.

تیسر نمبر پر ان کتابوں کا مطالعہ کریں، جن میں ردوداور مناقشہ، اہل کلام اور اہل فن کے مصطلحات وغیرہ بھی موجود ہیں۔

1-النبوات: وهو مِنْ آخر ما صنفه ابن تيمية رحمه الله, وقيل : إنه ألفه في السجن. مطبوع في مجلد متوسط, وطبع في مجلدين بتحقيق الطويان.

2-الرسالة الصفدية وقد طبعت في مجلد تحقيق الدكتور محمد رشاد سالم, ثم طبعت في مجلد واحد بتحقيق الحليمي والدمشقي.

3-بيان تلبيس الجهمية, ولم يكمل, بل لا تزال أجزاء منه مخطوطة, وطُبع منه مجلدان بتحقيق الشيخ محمد بن عبد الرحمن ابن قاسم رحمهما الله.

4-درء تعارض العقل والنقل مطبوع في عشرة مجلدات ۔

5-المنطقيين مطبوع في مجلد واحد.

6-المجلد التاسع من مجموع الفتاویٰ۔ وهو المتعلق بالمنطق.

تفسیر اور علوم القرآن سے متعلق ابن تیمیہ کی کتابوں کا مطالعہ اس ترتیب سے کریں:

1- الجْزاء المختصة بالتفسير ضمن »مجموع الفتاوي« والتي تحمل الرْقام : ج,13 ج,14 ج,16 ج.17

2- تفسير الشيخ الكبير. وهو مطبوع في سبعة مجلدات بعناية الدكتور عبد الرحمن عميرة, وهو مجموع من كلام الشيخ.

3- تفسير آيات أشكلت »في مجلدين« وهو موجود ضمن »مجموع الفتاو ى.« -4 دقائق التفسير, وهو مجموع من كلام الشيخ.

فقہی ابواب میں ابن تیمیہ کی کتابوں کا مطالعہ اس ترتیب سے کریں:

1- الاختيارات العلمية للبعلي رحمه الله وهو أكبر كتب الاختيارات وأوفاها. لكن الطبعة

التي رأيناها كثيرة الخْطاء والتصحيف, فلعلها تُحقق.

2- اختيارات شيخ الإسلام ابن تيمية لتلميذه الحافظ ابن عبد الهادي مجلدا صغير.

3- اختيارات شيخ الإسلام التي خالف فيها الأئمة الأربعة لبرهان الدين إبراهيم بن محمد بن قيم الجوزية رحمهما الله تعالى وهو رسالة صغيرة.

4- اختيارات شيخ الإسلام ابن الإسلام ابن تيمية لد بمترجميه جمعها من كُتب تراجم شيخ الإسلام : سامي بن محمد جاد الله.

ثم بعد ذلك يقرأ ما كتبه الشيخ من المسائل الفقهية في قسم العبادات لوضوحها, وسهولتها, وظهور مسائلها وهذا يشمل :

1-الجزء الحادي والعشرين, والثاني والعشرين, والثالث والعشرين, والرابع

والعشرين, والخامس والعشرين, والسدس والعشرين, والسابع والعشرين من »مجموع الفتاو .«

2-شرض العمدة, ولم يكمل الشيخ بل شرض أبواب العبادات. كتبه الشيخ وهو في متقبل الغمر.

3-الجزء الأول والثاني من الفتاوى المصرية.

4-القواعد النورانية بتحقيق الدكتور : أحمد خليل.

5-المسائل الماردينية مجلد صغير.

6-مستدرك الشيخ محمد بن قاسم قسم العبادات منه.

ثم ينتقل بعد ذلك إلى الابواب الفقهية الاخرى من أبواب المعاملات والعقود وغيرها ويشمل :

1- الجزء الثامن والعشرين, والتاسع والعشرين, والثلاثين, والحادي والثلاثين, والثاني والثلاثين, والثالث والثلاثين, والرابع والثلاثين, والخامس والثلاثين, من مجموع الفتاوى .

2- الجزء الثالث, والرابع والخامس من»الفتاوى المصرية.« -3 مستدرك ابن قاسم قسم المعاملات والعقود وغيرها.

ثم ينتقل إلى كتابات الشيخ الأخرى وتشمل :

1- الجزء الثامن عشر من »مجموع الفتاوى « وهو قسم الحديث.

2- الجزء التاسع عشر من مجموع الفتاوى وكذلك الجزء العشرين وهما في أصول الفقه

3- المسوّدة لآل تيمية.

3-اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک رسالہ "زيارة القبور والاستنجاد بالمقبور" ہے۔اسی طرح یہ مسئلہ مجموع الفتاوی میں بھی ہے۔دیکھیں (مجموع الفتاویٰ (27/ 26)۔شیخ الاسلام کو اس مسئلہ میں بڑی آزمائشوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

4-مجموع الفتاوی کی 33ویں جلد اسی مسئلہ سے متعلق ہے۔جامع المسائل کی پہلی جلد میں طلاق کے مسائل موجود ہیں۔

5-مجموع الفتاوی کی 33ویں جلد طلاق کے ساتھ ساتھ تعلیق الطلاق بالشرط سے متعلق ہے۔صفحہ 137 سے 141 تک۔اسی طرح شیخ الاسلام کی ایک دوسری کتاب ہے "كتاب الرد على السبكي في مسألة تعليق الطلاق لابن تيمية"۔

6-"مجموعة الرسائل الكبرىٰ" یہ مجموعہ دو جلدوں میں دار احیاء التراث العربي، بیروت لبنان سے مطبوع ہے،اس مجموعہ میں کل 29 رسالے ہیں۔پہلی جلد میں یہ رسائل ہیں:

1-الفرقان بين الحق و الباطل ۔2-معارج الوصول۔3- التبيا ن فى نزول القرآن۔4-الوصية الصغرى۔ (الوصية في الدين و الدنيا)5- النية في العبادات ۔6- العرشيه (تتضمن للسؤال عن العرش هل هو كرى أم لا)۔7- الوصيةالكبرى(الوصية الكبرى بما جاء به الرسول و بيان فضل أمته على سائر الأمم)۔8- الاراده والامر ۔9- العقيدة الواسطية ۔10- المناظرة فى العقيده الواسطية۔11- العقيدة الحموية الكبرى۔12- الاستغاثة۔

دوسری جلد میں یہ رسائل ہیں۔

1- رسالة الاكليل فى المتشابه و التاويل ۔2- فى الجواب عن قول القائل اكل الحلال متعذر لايمكن وجوده فى هذا الزمان۔3- فى قوله صلى الله عليه وسلم لا تشد الرحال الا الى ثلاثةمساجد - وفى زيارة بيت المقدر۔ 4- مراتب الاراده ۔5- فى القضاء والقدر ۔6- فى الاحتجاج بالقدر ۔7- فى درجات اليقين ۔8- بيان الهدى من الضلال ۔9- فى سنهة الجمعة۔ 10- تفسير المعوذتين ۔11- بيان العقود المحرمة ۔ 12-فى معنى

القياس ۔ 13- فى حكم السماع و الرقص ۔14- فى الكلام على الفطرية۔ 15- فى الكلام على القصاص ۔16- فى الكلام على رفع الامام الحنفى يديه فى الصلاة۔ 17- فى مناسك الحج.

7-المنتقى من منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزال، جو مختصراً المنتقى من منهاج الاعتدال کے نام سے معروف ہے۔امام ذہبی نے اختصار کیا ہے۔حققه و على حواشيه :محب الدين الخطيب ۔

جاری......

اسلام اور طلاق کی انسدادی تدابیر

ابوعفیفہ فرقان جمیل رحمانی

میاں بیوی کا رشتہ واحد رشتہ ہے جس کے ٹوٹنے کا امکان ہوتا ہے، جو محض طلاق کہہ دینے سے ٹوٹ جاتا ہے اور آج کے زمانے میں جب کہ ایک ہی شادی کا رواج ہے طلاق بہت سنگین مسئلہ بن گیا ہے، دَورِ رسالت میں چونکہ تعدد کا رواج تھا اس لیے مطلقہ عورتیں بھی پیغام نکاح ٹھکرانے کی ہمت رکھتی تھیں، آج صورت حال ایسی نہیں رہی ہے، طلاق عورت پر ایک بدنما داغ بن گیا ہے، طلاق کا دھبہ ایک عورت کی ساری خوبیوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، مطلقہ عورت بقیہ زندگی تنہا گزارنے پر مجبور ہوتی ہے، دردر کی ٹھوکریں کھاتی ہے، بھابھیوں کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنتی ہے، ساتھ ہی بچوں کا مستقبل بھی داؤ پر لگ جاتا ہے، نوکری کرنے تک کی نوبت آجاتی ہے، اس لیے اسلامی شریعت گرچہ حکمت ومصلحت کے تحت طلاق کا جواز فراہم کرتی ہے لیکن اس کے لیے ہر قسم کی جلد بازی سے منع کرتی ہے اور آدمی کو ایسے حدود وقیود کا پابند بناتی ہے جس کے بعد طلاق دینا مشکل ہوجاتا ہے، اسلامی شریعت نے وقوع طلاق کے روک تھام کے لیے بہت سی تدابیر اختیار کی ہیں، ذیل میں چند تدبیریں قدرے تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں:

پہلی تدبیر: اسلام رشتہ کی بنیاد دین داری پر رکھنے کی تعلیم دیتا ہے: مال ودولت، حسن وجمال، حسب ونسب یہ سب ثانوی درجہ رکھتے ہیں، اولیت دینداری کو حاصل ہے۔ خصوصاً اس مشکل رشتہ کو فقط پسندیدگی کے کمزور دھاگے کے سہارے چلانا ممکن نہیں، اس لیے اس کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ“۔ ”عورت سے اس کے مال ودولت، حسب ونسب، حسن وجمال اور دینداری کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے اور تم دینداری کی بنیاد پر نکاح کرو“۔ [صحيح بخاری:5090]

ایک آدمی نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا میں اپنی بیٹی کا نکاح کس سے کروں؟ تو کہا جو اللہ سے ڈرتا ہے کہ اگر وہ اس کو پسند کرے گا تو اس کی عزت کرے گا اور اگر ناپسند بھی کرے گا تو اس پر ظلم نہیں کرے گا“۔ [مختصر منهاج القاصدين، لابن قدامه المقدسی:ص: 78]

دوسری تدبیر: مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت: اسلام میں نامحرم عورت کو دیکھنا ممنوع ہے مگر جس سے نکاح کرنا مقصود ہو اس کو دیکھنا مستحب ہے تاکہ درمیان میں کچھ ڈھکا چھپا نہ رہے جو بعد میں طلاق کا باعث بنے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل“۔ ”جب

تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے اگر ممکن ہو تو اس کی وہ چیز دیکھ لے جو اس کے نکاح کی داعی ہے"۔ (قد و قامت اور حسن و جمال وغیرہ۔[سنن ابی داؤد:2082،حسن]

تیسری تدبیر: حق طلاق صرف مرد کو حاصل ہے: عورت فطرتاً کم عقل اور جذباتی ہے اس لیے شریعت نے اسے طلاق دینے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ البتہ وہ خلع لینے کی مجاز ہے، لیکن شریعت نے یہ شرط لگا کر اس راستے کو بھی بند کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایسی صورت میں عورت کو مہر واپس کرنا ہوگا۔

چوتھی تدبیر: خِطبہ دینے والے کی غیبت کا جواز: اگر کوئی شخص جو اپنی لڑکی کا نکاح کسی لڑکے سے کرنا چاہتا ہو دوسرے لوگوں سے اس کے اخلاق کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے کہ اگر اس لڑکے میں کوئی قابل گرفت بات ہو تو وہ بیان کر سکتے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے کہا:"أَمَّا أَبُو جَهْمٍ، فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: انْكِحِي أُسَامَةَ"۔ "ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا، اور رہا معاویہ تو وہ انتہائی فقیر ہے، اس کے پاس کوئی مال نہیں، تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لو۔ میں نے اسے ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا: اسامہ سے نکاح کر لو"۔[صحیح مسلم :3697]

پانچویں تدبیر: نکاح کے لیے رضامندی ضروری ہے: اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ گھر کے سرپرست اپنے لڑکے یا لڑکی کا نکاح بالجبر کر دیں بلکہ ان کی مرضی معلوم کرنا اور ان کا عندیہ لینا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ عورت شرم و حیا کا پیکر ہوتی ہے اس لیے اس کی خاموشی کو اس کی اجازت مانا ہے۔[صحیح مسلم:3476]

چھٹی تدبیر: اسلام نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کی تعلیم دی ہے: مثال کے طور پر بیوی کو یہ تعلیم دی کہ وہ وظیفۂ زوجیت کو نہ بھولے اور جب شوہر اس کو بلائے تو انکار نہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا، لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا اور مرد اس پر غصہ ہو کر سو گیا، تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں"۔[صحیح بخاری:3237] اسی طرح بیوی کے بھی حقوق بتائے اور فرمایا:"جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے۔ یا یوں کہا: جب کما کر لائے (تو اسے پہنائے) اور چہرے پر نہ مار، برا نہ بول اور اس سے جدا نہ ہو مگر گھر میں"۔[سنن ابی داؤد:2142،قال الالبانی حسن صحیح]

ساتویں تدبیر: میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ "ان کے (بیویوں کے) ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو"۔[النساء:19] اور آپ ﷺ نے

فرمایا:’’لَا یَفْرَکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ‘‘۔’’کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے۔اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو دوسری پسند ہوگی‘‘۔[صحيح مسلم:1469]

آٹھویں تدبیر: طلاق میں جلد بازی سے منع کیا ہے: اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ اگر واقعی بیوی میں کوئی قابل مواخذہ بات ہو تو بھی طلاق دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ پہلے افہام وتفہیم سے مسئلہ کو حل کونے کی کوشش کرو یا بستر الگ کر دو یا ہلکی مار مار دو، پھر بات نہ بنے تو فریقین باہم مل کر صلح کی کوشش کریں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَہُنَّ فَعِظُوْہُنَّ وَ اہْجُرُوْہُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْہُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْہِنَّ سَبِیْلًا}’’اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر راستہ تلاش نہ کرو‘‘۔[النساء :34]

نویں تدبیر: میاں بیوی میں دراڑ پیدا کرنے کو شیطان کا پسندیدہ کام بتلایا ہے: تاکہ میاں بیوی چوکنا رہیں اور اس کے فریب میں نہ آئیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:’’ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے،اس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ ڈالتا ہے،ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے:میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے، وہ کہتا ہے:تم نے کچھ نہیں کیا، پھر ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے:میں نے اس شخص کو (جس کے ساتھ میں تھا) اس وقت تک نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرا دی، کہا:وہ اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے:تم سب سے بہتر ہو‘‘۔[صحيح مسلم:7106]

دسویں تدبیر: میاں بیوی کو ایک دوسرے کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:’’صرف تین جگہ پر جھوٹ جائز اور حلال ہے، ایک یہ کہ آدمی اپنی بیوی سے بات کرے تاکہ اس کو راضی کر لے، دوسرا جنگ میں جھوٹ بولنا اور تیسرا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا‘‘۔[سنن ابی داؤد :4921 قال الالبانی صحیح]

گیارہویں تدبیر: حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت: اسلام اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ شوہر حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے۔اور صحیح قول کے مطابق حالت حیض میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾’’اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو‘‘۔[الطلاق :1] عورت کی عدت طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض کا آنا ہے،ایسی صورت میں اگر حالتِ حیض میں طلاق دے دی جائے تو عورت

کی عدت تین حیض کے بجائے چار حیض ہوجائے گی، جو صحیح نہیں ہے۔

بارہویں تدبیر: ایسے طہر میں طلاق دینے کی ممانعت جس میں میاں بیوی کا ملاپ ہوا ہو: اس کی کئی وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کا ملاپ ہوا ہے تو غالب گمان یہ ہے طلاق کی وجہ کوئی بڑی نہیں ہے میاں بیوی کا ملنا ہی اس کی سب سے بڑی دلیل ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس ملاپ کی وجہ سے عورت کا حمل ٹھہر جائے اور آدمی اپنے بچے کی فکر میں بیوی کو طلاق نہ دے۔ البتہ حالت حمل میں طلاق دینا منع نہیں ہے کیوں کہ ایسی حالت میں آدمی بچوں کی فکر میں خود طلاق دینے سے باز رہتا ہے اور اگر طلاق دے بھی دے تو رجوع کے لیے وضع حمل تک کا وقت اس کے پاس میسر ہوتا ہے۔

تیرہویں تدبیر: تین طلاق کو ایک طلاق ماننا ہے: میاں بیوی میں ہمیشہ کے لیے جدائی تیسری طلاق کے بعد واقع ہوتی ہے اور تین طلاق کے لیے ضروری ہے کہ آدمی تین الگ الگ موقع پر تین الگ الگ طلاقیں دے۔ صحیح مسلم کی صریح حدیث ہے کہ دور رسالت میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ [صحيح مسلم:3675]

چودہویں تدبیر: طلاق کے بعد بیوی کو شوہر کے گھر میں ہی عدت گزارنے کا حکم: اس کی حکمت یہ ہے کہ جب دونوں ایک ہی گھر میں رہیں گے تو آمنا سامنا ہوگا، ایک دوسرے کا دیدار ہوگا تو شاید دل میں پھر سے محبت کے دیپ جل جائیں اور موافقت کی کوئی صورت پیدا ہوجائے، تیسری طلاق کے بعد رجوع ممکن نہیں ہے اس لیے اس کی عدت عورت اپنے گھر میں گزارے گی۔

پندرہویں تدبیر: تین حیض تک رجوع کا موقع: طلاق کے سدباب کے لیے شریعت نے ایک تدبیر یہ بھی اختیار کی ہے تاکہ رجوع کے لیے زیادہ وقت مل سکے۔ عدت کا مقصد محض استبرائے رحم نہیں ہے کیوں کہ وہ تو ایک مہینے میں بھی حاصل سکتا ہے۔

سولہویں تدبیر: طلاق رجعی کے بعد اگر میاں بیوی پھر سے ایک ہونا چاہیں تو ان کے اولیاء کو انہیں ایسا کرنے سے روکنے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے لڑکی کے اولیاء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ’’اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدّت پوری کرلیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں‘‘۔ [البقرة:232]

سترہویں تدبیر: ہمیشہ کی جدائی کے لیے تین طلاق کی شرط: اس میں غور کریں تو دو تدبیریں معلوم ہوں گی، پہلی یہی

کہ ہمیشہ کی جدائی کے لیے ایک دو طلاق کے بجائے تین طلاق کی شرط لگائی ہے۔ دوسرے یہ کہ تیسری طلاق کے بعد رجوع کے سارے راستوں کو مسدود کردیا (سوائے ایک راستہ کے جو مرد کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہے) تاکہ مرد کو بیوی کے ہمیشہ کی جدائی کا خوف دامن گیر رہے اور وہ طلاق دینے سے باز رہے۔ ورنہ زمانۂ جاہلیت کے جیسا بغیر تحدید کے طلاق دینے کا جواز ہوتا تو عورت کی زندگی برباد ہوجاتی کہ آدمی نہ اسے مکمل اپناتا اور نہ چھوڑتا کہ دوسرے سے نکاح کرلے۔

اٹھارہویں تدبیر: اگر شوہر دوسری شادی کرنا چاہے تو سوکن کو اجازت نہیں کہ دوسری سوکن کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے: آپ ﷺ نے فرمایا:"لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا"۔"عورت اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے کہ جو اس کے برتن میں ہے اُسے اپنے میں انڈیل لے"۔[سنن ترمذی:1190، صحیح]

انیسویں تدبیر: زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے: کہا جاتا ہے بہت سی عورتیں اپنے بچوں کے باپ کے ساتھ رہ رہی ہوتی ہیں۔ بچوں کے مستقبل کی فکر پائے طلاق کی زنجیر بن جاتی ہے۔ اور میاں بیوی کو جوڑے رکھنے پر مجبور کردیتی ہے۔ اسی لیے جب حضرت خولہ کے شوہر نے ان سے ظہار کرلیا جو اس وقت طلاق کا درجہ رکھتا تھا تو وہ بے قرار ہوگئیں اللہ کے رسول کے پاس آئیں اور کہا اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھ سے ظہار کرلیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس لیے ہمارے ایک ہونے کی کوئی صورت بتائیں جس سے ان کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے۔[سنن ابی داؤد:2214،قال الالبانی حسن]

انیسویں تدبیر: صلح کی ترغیب دی ہے: جب میاں بیوی کے مابین نباہ مشکل ہوجائے اور طلاق دینا ضروری لگنے لگے تو ایسی صورت میں اسلام انہیں صلح کی تعلیم دیتا ہے کہ نزاع کے معاملے میں کچھ کمپرومائز اور سمجھوتہ کرلیں۔ اور کچھ جائز شرطوں کے ساتھ ایک ساتھ رہنے کا وعدہ کرلیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾"(طلاق کی بنسبت) صلح بہت بہتر چیز ہے"۔

ان ساری تدابیر کا مقصد یہی ہے کہ میاں بیوی میں جدائی نہ ہونے پائے جس میں ان کا، ان کے بال بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد کا نقصان ہے، اس لیے میاں بیوی کو چاہیے حتی المقدور صبر وتحمل سے کام لیں، معاف کرنا اور نظر انداز کرنا سیکھیں۔ رشتوں کو نبھانے کے لیے کبھی بہرا، کبھی گونگا اور کبھی اندھا بننا پڑتا ہے۔ طلاق دینے سے پہلے اس کے نتائج پر غور کریں اور جب مصالحت اور موافقت کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو بغیر طلاق کے چند مہینوں کے لیے ایک دوسرے سے دور ہوجائیں، اس کے بعد بھی طلاق دینا ناگزیر معلوم ہو تو اس کا آپشن تو ہے ہی شریفانہ طریقے سے الگ ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ سے نعم البدل کی دعا کریں۔

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ ''اہل السنۃ'' ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اَهْلُ السُّنَّة
Ahl Us Sunnah

جون ۲۰۲۶ء | June 2026

گوشۂ خواتین

فہرست

عالمیت یا محض مبادیات؟ (قسط اول)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	41
عبادت میں سستی: اسباب اور شرعی علاج قسط: (آخری قسط)	حافظہ صبرینہ بنت عبدالمجید	45
عصرِ حاضر میں مسلمان خاتون کی ڈیجیٹل پرائیویسی کا تحفظ	سحر اسعد، بنارس	49

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

(قسط اول)

عالمیت یا محض مبادیات؟

ام محمد خوشنما مصلح الدین جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

دینی تعلیم کے نام پر آن لائن شارٹ ٹرم اسلامی کورسز کا مغالطہ اوراس کا ازالہ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اسے علم وعقل کی نعمت سے نوازا اور اسے زمین پر جانشین مقرر فرمایا، علمِ دین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ﴾

[الجمعة : 2]

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اورانہیں کتاب اور حکمت (سنت) سکھاتا ہے''۔

علمِ دین کی اہمیت وفضیلت اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے علمِ دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ''۔

''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے''۔[صحيح البخاري: 71، وصحيح مسلم:1037]

علمِ دین کا حصول، اس کی حفاظت اور ترویج انبیاء کرام کی عظیم میراث ہے، اسلام کے ہمہ گیر نظامِ حیات میں علم اور اہلِ علم کو جو عزت ومقام عطا کیا گیا ہے، اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، اسلامی نقطہ نظر سے علمِ دین محض چند کتابوں کے سطحی مطالعہ یا معلومات اکٹھا کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ وہ نور ہے جو اخلاصِ نیت، صحبتِ اساتذہ، طویل جدوجہد اور کڑی نگرانی کے ذریعہ سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا ہے، سلفِ صالحین کے ادوار سے لے کر آج تک شرعی علوم کی تحصیل سے لے کر تعلیم وتدریس تک رسائی کا ایک منظم اور کٹھن منہج رہا ہے۔

عصرِ حاضر میں ٹیکنالوجی نے جہاں معلومات تک رسائی کو آسان بنایا ہے، وہیں ایک تشویشناک رجحان نے بھی جنم

لیا ہے جسے ''آن لائن شارٹ ٹرم عالمیت کورسز'' کہا جا سکتا ہے، آج انٹرنیٹ پر بے شمار ادارے اور انسٹیٹیوٹ چند سالوں یا چند ماہ میں دو چار گھنٹوں پر مشتمل ''عالمیت کورس'' یا ''ڈپلومہ'' کروا رہے ہیں، اس کا المناک نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ان مختصر اور غیر مستند کورسز کے فارغ التحصیل طلبہ خود کو مستند عالم/عالمہ، یا مفتی/مفتیہ سمجھنے میں فریبِ نفس کا شکار ہو جاتے ہیں، محض اسلام کی چند بنیادی معلومات اور تراجم کے سرسری مطالعہ کے بعد یہ افراد حساس شرعی مسائل پر فتوے صادر کرنے لگتے ہیں اور اپنے ناموں کے ساتھ عالم/عالمہ، مفتی/مفتیہ یا اسکالر جیسے بھاری القابات لگانے لگتے ہیں، شریعت کی نظر میں ادھورے علم کے ساتھ مسائل بتانا اور فتویٰ دینا، بالخصوص مسائلِ نوازلہ میں، تو یہ گمراہی کی بدترین شکلوں میں سے ہے۔

چنانچہ اس مضمون میں اسی رجحان کو صحیح سمت دینے کی کوشش کی گئی ہے، مطلب یہ کہ آن لائن تعلیم و تعلم کچھ غلط نہیں ہے لیکن اس تعلیم کو اعلان کے وقت شارٹ ٹرم عالمیت کا نام دینا، اور پھر اس کو قلیل وقت میں ختم کروا کر طلبہ کو عالمیت کی سند دینا، یہ ضرور تشویشناک امر ہے، کیونکہ ہندوستان یا برصغیر کے تناظر میں عموماً عالمیت کا حقدار وہ طالب ہوتا ہے جس نے حصولِ علم میں مقررہ مدت تک حضوری طور پر اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہو، اور مقررہ مدت میں پڑھائی جانے والی تمام شرعی کتب میں ناجح ہو، جبکہ یہاں شارٹ آن لائن کورسز میں بالکل الٹی گنگا بہتی دکھائی دے رہی ہے۔

حصولِ علم میں سلف صالحین نے چھ چیزوں کی رعایت کرنے کی رہنمائی کی ہے، جیسا کہ مشہور عربی کا شعر ہے:

''لَن تَنالَ العِلمَ إلّا بِسِتَّةٍ : ذَكاءٌ وَحِرصٌ وَاجتِهادٌ وَبُلغَةٌ وَصُحبَةُ أُستاذٍ وَطولُ زَمانٍ''۔

''حصولِ علم چھ چیزوں کے بغیر ہرگز ممکن نہیں:

(1) ذہانت (2) شوق (3) انتھک محنت اور کوشش (4) گزر بسر کا سامان (5) استاد کی صحبت (6) طویل زمانہ''۔[ذيل تاريخ بغداد لابن النجار (١٦/٤٤)، وفتح المجيد للشيخ عبد الرحمٰن بن حسن آل الشيخ (٤١٦)]

ان تمام امور سے پہلے ایک طالبِ علم کو جس بنیادی زیور سے آراستہ ہونا ہے وہ ہے:

اخلاص وتقویٰ:

حصولِ علم صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو، اگر نیت شہرت، نام ونمود یا دنیاوی مفادات کی ہو تو اس پر سخت وعید

ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَعْنِي رِيحَهَا“۔

”جس شخص نے ایسا علم صرف دنیاوی مقصد کے لیے سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا“۔[سنن ابی داؤد : 3664، صححه الألباني]

اس سلسلہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا واقعہ ہر طالبِ علم کے لیے نصیحت ہے کہ جب انہوں نے امام وکیع رحمہ اللہ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی، تو استادِ محترم (امام وکیع) نے انہیں گناہوں سے بچنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میرے استاد نے مجھے بتایا کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے، اور اللہ کا نور کسی بدعمل یا نافرمان شخص کو عطا نہیں کیا جاتا“۔[مجموع فتاوىٰ ورسائل العثيمين:117/26]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾[البقرة: 282]

ترجمہ: ”اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے“۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو نرم اور اسے علم کے لیے آمادہ و منشرح کر دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

”إنَّما العِلمُ بالتَّعلُّمِ“۔

”علم تو سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے“۔ [السلسلة الصحيحة:342]

سلفِ صالحین نیت کی درستی کو کس قدر اہمیت دیتے تھے، اس کا اندازہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”ما عالجت شيئاً أشد علي من نيتي، إنها تقلب علي“۔

”میں نے اپنی نیت سے زیادہ کسی چیز کے علاج (اصلاح) کو مشکل نہیں پایا، کیونکہ وہ مجھ پر بار بار بدلتی رہتی ہے“۔[الجامع لأخلاق الراوي للخطيب البغدادي:317/1]

عصرِ حاضر کے شارٹ کورسز میں بسا اوقات مقصد محض سوشل میڈیا پر فالوورز اکٹھا کرنا یا اختلافی و منافرتی بحثوں

میں حصہ لینا ہوتا ہے، جو سراسر اخلاص کے منافی ہے۔

چنانچہ معلوم یہ ہوا کہ حصولِ علم میں ایک طالبِ علم کو اخلاص وتقویٰ اپنانا لازمی ہے۔

استاذ کی صحبت اور کڑی نگرانی:

دینی علوم میں استاد کی صحبت اور نگرانی کوئی ثانوی شے نہیں، بلکہ اصولی تقاضا ہے، سلف صالحین کے ہاں استاد کی صحبت کا یہ عالم تھا کہ وہ برسہا برس اپنے شیوخ کے قدموں میں گزار دیتے تھے، وہ اساتذہ سے صرف حدیث، فقہ یا تفسیر کے الفاظ اور لغوی معنی نہیں سیکھتے تھے، بلکہ وہ اپنے اساتذہ کی خاموشیوں، ان کے غصے، ان کی نرمی، ان کے ادب اور ان کے تقویٰ سے اپنی عملی زندگی کی تربیت حاصل کرتے تھے، چنانچہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم"۔

"بے شک یہ علم دین ہے، پس تم دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو"۔[أخرجه مسلم في مقدمة الصحيح:16/1]

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "علم چار قسم کے لوگوں سے نہ لیا جائے:

(1) نہ بے وقوف شخص سے، جس کی بے وقوفی علانیہ ہو۔(2) نہ اس شخص سے جو بدعت کا پیروکار ہو اور لوگوں کو بھی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو۔

(3) نہ اس شخص سے جو لوگوں کی باتوں میں جھوٹ بول لیتا ہو اگرچہ حدیثِ نبوی ﷺ میں سچ ہی کہتا ہو۔

(4) اور نہ کسی ایسے بزرگ و نیک اور عبادت گزار شخص سے جو اس بات کا علم نہ رکھتا ہو کہ وہ کیا اور کس بارے میں بول رہا ہے"۔[جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر:820/2]

ایک طالب علم جب تک کسی ماہر اور باعمل استاد کی کڑی نگرانی میں وقت نہیں گزارتا، وہ کتابوں کی عبارتیں تو روانی سے پڑھ سکتا ہے لیکن ان عبارتوں کے پیچھے چھپی ہوئی حکمت، اسلاف کا فہم، موقع ومحل کی مناسبت اور شریعت کے کلی مقاصد کو ہرگز نہیں پا سکتا۔

آن لائن کورسز میں اکثر استاد سے براہ راست ملاقات، ردوبدل، اخلاقی تربیت اور عملی رہنمائی مفقود ہوتی ہے، شارٹ ٹرم کورسز میں تو یہ اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

جاری.........

(آخری قسط)

عبادت میں سستی: اسباب اور شرعی علاج

حافظہ صبرینہ بنت عبدالمجید

(۳)نظم وضبط اپنائیں:

دن کا شیڈول بنائیں، عبادت کے لیے مخصوص وقت مقرر کریں، جیسا کہ قرآن مجید کی یہ آیت اس پر دال ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ [سورة النساء : 103]

''بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت پر فرض ہے''۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مکمل نظم وضبط کا نمونہ تھی، ہر کام وقت پر اور ہر عمل مکمل اخلاص سے انجام دیا کرتے تھے۔

(۴) گناہوں سے توبہ کریں:

سچے دل سے توبہ کریں اور دل کو پاک کریں تا کہ عبادت کی لذت محسوس ہو، اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ [سورة التحريم: 8]

''اے ایمان والو! اللہ کی طرف سچی توبہ کرو''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس امر کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہر انسان خطا کار ہے، اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں''۔[سنن ترمذی :4492، حسنه الألباني]

چونکہ گناہ دل پر بوجھ ڈالتے ہیں جو سستی پیدا کرتا ہے، توبہ دل کو ہلکا اور روشن کرتا ہے۔

(۵) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں:

مثلاً مسجد جائیں، دینی محافل میں شرکت کریں، نیک دوست بنائیں، قرآن پاک نے بلیغ انداز میں اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم﴾[سورة الكهف : 28]

''اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھو جو اپنے رب کو پکارتے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جامع انداز میں ارشاد فرمایا:

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تم میں سے ہر شخص دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔ [ترمذی:

2378، قال الشيخ الألباني: حسن]

(۶) آخرت کو یاد رکھیں:

موت، قبر اور حساب و کتاب کو یاد کرنا دل کو بیدار کرتا ہے، قرآن پاک کچھ اس انداز سے اس امر کو پیش کرتا ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾[سورة آل عمران: 185]

''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو''۔[ترمذی: 2307، قال الشيخ الألباني: حسن صحيح]

(۷) چھوٹی عبادات سے آغاز کریں:

تھوڑا تھوڑا کر کے عبادات میں اضافہ کریں تاکہ دل پر بوجھ نہ ہو، یہ طریقہ اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جو مسلسل کیا جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو''۔[صحيح بخاری: 6466]

چونکہ چھوٹی عبادات مستقل مزاجی پیدا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ دل عبادت کا عادی ہو جاتا ہے۔

(۸) دعاؤں کی کثرت:

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ عبادت کی توفیق اور شوق عطا فرمائے، دعا کی ترغیب کا اہتمام کتاب وسنت میں کثرت سے کیا گیا ہے، بلکہ محدثین وائمہ نے دعا کی ترغیب وفضائل پر مستقل و جامع کتب و رسائل مرتب فرمائے ہیں، جیسا کہ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[سورة الغافر : 60]

''تم مجھ کو پکارو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عبادت پر قائم و دائم رہنے کی دعا کرتے تھے چنانچہ آپ کی مشہور دعا:

''اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ''۔

''اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر، تیرا شکر اور اچھی عبادت کر سکوں''۔

محترم قارئین! یہ بات یاد رکھیں کہ عبادت کی توفیق صرف اللہ کی مدد سے ممکن ہے، دعا اس مدد کو طلب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اب ہم سلف صالحین کے چند اقوال پیش کرتے ہیں جو سستی اور غفلت کے بجائے چستی اور بیداری کی راہ میں نہایت معاون ثابت ہوں گے ان شاء اللہ:

(۱) امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اے ابنِ آدم! تُو ایّام ہی کا مجموعہ ہے؛ جب ایک دن رخصت ہوتا ہے، تو گویا تیرا ایک حصہ بھی ختم ہو جاتا ہے''۔ [حلية الأولياء:2/148]

یعنی زندگی چند سانسوں، لمحوں اور دنوں کا نام ہے۔ جو وقت ضائع ہو جائے، وہ واپس نہیں آتا، لہٰذا ہر دن کو غنیمت جان کر عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔

(۲) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے بیس برس تک اپنے نفس سے جہاد کیا کہ اسے قیام اللیل پر آمادہ کر سکوں''۔ [سير أعلام النبلاء: 7/230]

مطلب یہ کہ عبادت میں سستی فطری ہے، مگر مجاہدہ ہی کامیابی کی کنجی ہے، اہلِ علم بھی مسلسل جدوجہد سے عبادت کی لذت حاصل کرتے تھے۔

(۳) امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے:

''یقین کرلو کہ آج موت، کل کے مقابلے میں تم سے زیادہ قریب ہے، لہٰذا ہر دن کچھ نہ کچھ آخرت کا سامان ضرور تیار کرو''۔ [الزهد: 93]

یعنی موت کی یاد عبادت کی ترغیب دیتی ہے، اور ہر گزرتا لمحہ ہمارے خاتمہ کے قریب لا رہا ہے۔

(۴) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس کے لیے نیکی کا دروازہ کھل جائے، اُسے فوراً لپک کر داخل ہو جانا چاہیے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کب یہ دروازہ بند ہو جائے گا''۔ [صيد الخاطر: 348]

یعنی عبادت کا جذبہ جب دل میں پیدا ہو، تو اسے فوراً عمل میں لانا چاہیے، تاخیر شیطان کا جال ہے۔

(۵) موسیٰ بن عیسیٰ الموصلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں قرض کے بوجھ تلے دب گیا، بشر حافی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آدھی رات کی عبادت کو لازم پکڑو''، پھر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:

''سحر کے وقت کی عبادت کو لازم پکڑو''۔[التوكل لأبي يعلى: 64]

(٦) امام ابن القیم رحمہ اللہ عبادت میں سستی کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبادت میں سستی کی سب سے بڑی وجہ دل کی غفلت، طاعات کی پیروی سے دوری، خواہشات کی مزاحمت میں کمزوری اور عبادت میں اخلاص کی کمی ہے''۔

آگے مزید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرے، طاعات میں کوشاں رہے، نفس کو خواہشات کے خلاف مجاہدہ کرائے، اور عبادت میں اخلاص اختیار کرے''۔[مدارج السالكين: 123/4]

الغرض عبادت انسان کے وجود کا سب سے اعلیٰ اور مقدس مقصد ہے، اور یہی راستہ اُسے اپنے رب کی قربت، سکونِ قلب اور ابدی کامیابی کی طرف لے جاتا ہے، مگر سستی، غفلت، طویل امیدیں، دنیا کی مشغولیات اور باطنی کمزوریاں ہمیں اس راستے سے ہٹاتی رہتی ہیں۔

سلفِ صالحین رحمہم اللہ نے جس اخلاص، محنت، مجاہدہ اور خوفِ خدا کے ساتھ عبادت کا حق ادا کیا، وہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، ان کے اقوال ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ وقت ضائع نہ ہو، نفس پر قابو پانا مجاہدہ ہے، عبادت میں تاخیر شیطان کی چال ہے اور موت ہر لمحہ قریب تر آرہی ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم سستی، غفلت اور موخر کرنے کی عادت کو ترک کر کے، عمل، عبادت اور بندگی کی طرف لوٹ آئیں۔ چھوٹے چھوٹے اعمال سے آغاز کریں، مستقل مزاجی اپنائیں، نیک صحبت اختیار کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت واخلاص کی دعا کرتے رہیں اور ان تمام عوامل کو ترک کریں جو عبادت میں کوتاہی کا سبب بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سلف صالحین کے نقشِ قدم پر کتاب وسنت کی روشنی میں چلتے ہوئے عبادت کا ذوق، اخلاص، اور استقامت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

عصرِ حاضر میں مسلمان خاتون کی ڈیجیٹل پرائیویسی کا تحفظ

سحر اسعد، بنارس

ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جہاں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا زندگی کا لازمی جزو بن چکے ہیں، مسلمان خواتین کے لیے یہ دور بیک وقت مواقع اور سنگین چیلنجز لے کر آیا ہے، ایک طرف ڈیجیٹل ذرائع نے علم حاصل کرنے اور آواز بلند کرنے کے نئے راستے کھولے، تو دوسری طرف پرائیویسی کے مسائل بھی شدت اختیار کر گئے ہیں۔

عصرِ حاضر میں مسلمان خاتون کو دوہری جدوجہد کرنی پڑتی ہے، ایک تو اپنے نفس کی اصلاح اور دینی تربیت کی، دوسرے ڈیجیٹل دنیا میں اپنی عزت اور پرائیویسی کو بچانے کی، یہ دونوں پہلو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں، جب ایک خاتون سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے بچتی ہے، خود اعتمادی اور حیا کا توازن قائم رکھتی ہے، تو وہ خود بخود اپنی ڈیجیٹل پرائیویسی کا بھی تحفظ کر لیتی ہے۔

آج کل ایک چیز جو بہت عام ہوتی جا رہی ہے وہ ہے خواتین کا بلا جھجک اپنی تصاویر دوستوں، رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں کو بھیج دینا یا اسٹیٹس اسٹوری لگا دینا، یہ نادان لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ ہم نے تو صرف اپنی سہیلیوں کو بھیجا تھا مگر وہ لاعلم ہوتی ہیں کہ یہ تصاویر ایک چیٹ سے دوسری چیٹ، ایک گروپ سے دوسرے گروپ اور ایک اسٹیٹس سے دوسرے کی اسکرین شاٹس میں محفوظ ہو جاتی ہیں، بسا اوقات آپ کی وہ سہیلی جس پہ اعتماد کر کے آپ نے اپنی تصویر بھیجی تھی یا اسے اپنے پرائیویٹ اکاؤنٹ میں شامل کر کے اسٹوری لگائی تھی اس کا موبائل اس کا بھائی یا گھر کے دوسرے مردوں کے ہاتھوں میں بھی جاتا ہے اور ان کی نگاہوں سے بھی گزرتا ہے۔

اسی طرح کسی کو بھی بلا ضرورت تصویر لینے کی اجازت نہ دیجیے خواہ اس وقت آپ کو سامنے والے کی دل آزاری کا خدشہ ہو کیوں کہ یہ ایک انکار بعد کی ہزار رسوائیوں سے بہتر ہے۔

سب سے ناپسندیدہ بات تو یہ ہے کہ وہ لڑکیاں جو گھر سے باہر نکلتے وقت مکمل پردے میں ہوتی ہیں حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہیں ہوتا، ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں بھی موزوں میں چھپے ہوتے ہیں مگر ان کی پروفائل، واٹس ایپ اسٹیٹس یا انسٹاگرام اسٹوری پہ کچھ اس طرح کی تصویریں ہوتی ہیں کہ محض چہرے پہ ایک ایموجی لگا لیا اور باقی جسم ظاہر ہوتا ہے، جبکہ قرآن میں واضح طور پر مسلمان خاتون کو حکم دیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [الأحزاب: 59]

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا

کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

جلابیب جلباب کی جمع ہے، جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے، مگر غالباً یہ سادہ لوح لڑکیاں یہ سمجھتی ہیں ہم نے اپنے چہرے کا کچھ حصہ چھپا کر اپنا پردہ مکمل کر لیا۔

پھر ایسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں جو مکمل پردے میں اپنی تصاویر سوشل میڈیا پہ اپلوڈ کرتی ہیں تو ان کو بھی یہ بات سمجھنے چاہیے کہ شریعت میں عورت نمائش نہیں بلکہ چھپانے کی چیز ہے اور اسی میں اس کا اعزاز ہے لہٰذا ایسے اسباب اختیار کرنے سے بچیں جو مردوں کو متوجہ کرنے کا سبب بنیں، عورت کو تو صرف ضرورت کے وقت مکمل پردے میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ سوشل میڈیا تو ایک کھلا ہوا میدان ہے جہاں آپ کی پروفائل ہمہ وقت موجود رہتی ہے تا آنکہ اس کو بدلا نہ جائے۔

نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے: اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ- ''عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے، اور جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک جھانک کرنے لگتا ہے''۔ [سنن الترمذي:1173، صححه الألباني]

یاد رکھیے حیا صرف جسمانی پردے کا نام نہیں بلکہ ڈیجیٹل دنیا میں اپنے رویوں، گفتگو میں بھی وقار قائم رکھنا مسلمان عورت کی پہچان ہونی چاہیے۔

آن لائن ہراسانی سے بچاؤ کے اسلامی طریقے:

آج کے ڈیجیٹل دور میں آن لائن ہراسانی ایک سنگین مسئلہ بن چکی ہے، خواتین کو ڈائریکٹ میسجز، بدنما تبصرے، اور ناپاک گفتگو کا سامنا ہوتا ہے، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس سے بچنے کے راستے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) غیر محرم سے بلا ضرورت بات نہ کریں، اگر کسی اجنبی نمبر سے میسیج آتا ہے تو پوری جانچ پڑتال کے بعد ہی اس کا نمبر محفوظ کریں، اور یہ بات یاد رکھیں کہ غیر محرم سے بات چیت کے اسلامی ضوابط آن اسکرین بدل نہیں جاتے نیز غیر محرم میں آپ کے کزن بھی شامل ہیں۔(۲) پروفائل پہ اپنی تفصیلات اتنی کم رکھیں کہ کوئی بھی غلط نیت سے آپ تک نہ پہنچ سکے۔ ڈی پی پہ اپنی تصویر کبھی نہ لگائیں خواہ برقعے میں ہی کیوں نہ ہو۔(۳) اپنی لوکیشن شیئر کرنے سے گریز کریں۔(۴) ذاتی معلومات کو محفوظ رکھیں، اپنا مکمل نام، پتہ، فون نمبر یا بینک کی تفصیلات عوام میں شیئر نہ کریں اسی طرح اپنے گھر، اسکول اور کام کی جگہ کی تصاویر پوسٹ نہ کریں۔(۵) شکایت کا طریقہ: اگر آن لائن ہراسانی شدید ہو تو پلیٹ فارم پر رپورٹ کریں، شوہر یا کسی بزرگ کو بتائیں۔ اور اگر قانونی ضرورت ہو تو سائبر کرائم سیل میں شکایت درج کروائیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان خاتون دور حاضر کے چیلنجز سے باخبر رہتے ہوئے اپنی دینی شناخت اور غیرت کو بھی محفوظ رکھے۔

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کی مطبوعات

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں : 70457 88254

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

علمائے کرام سے براہ راست/فون یا واٹس ایپ کے
ذریعہ اپنے دینی سوالوں کے جواب حاصل کریں۔

Apne Deeni Sawalon Ke Jawab Haasil Karen...

अपने दीनी सवालों के जवाब हासिल करें

Islam Helpline

80 80 80 18 82
80 80 80 78 36

Text
Audio

Aap Apne Deeni Sawal Text, Audio Mein WhatsApp Ya Call Karen

80 80 80 78 36
80 80 80 18 82

Time : 10:30A.M To 09:00P.M

Please Don't Call during Namaz Time | **Friday Closed**

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

- Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noor Jahan-1,Pipe Road, Kurla (W),
- Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W)

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah
Managed by : ILM Foundation

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By: Saad Khalid Patel | Printed at: Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400013., Published at: 106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor: Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile: 8657458182